© rasailojaraid.com

تعدد زواج-فقہی اور قانونی احکام-۱

محمد شمیم اختر قاسمی*

قدیم زمانہ سے ہی دنیا کے بیش تر مذاہب اور ممالک میں تعدد زواج کا رواج کسی نہ کسی شکل میں رہا ہے اور لوگ اس پر بہ کثرت عمل کرتے تھے، مگر اس کی حتمی تعداد کا کوئی تعین نہ تھا۔ لیکن اب زیادہ تر ترقی یافتہ ممالک میں اس پر قانونی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ بعض دوسرے ممالک میں بھی اس کی ممانعت کے سلسلے میں بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری ہے۔ درحقیقت یہ مذہب اور فطرت انسانی سے بغاوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں جنسی پارٹنر رکھنے اور Live in Relationship کا رجحان بڑی تیزی سے فروغ پا رہا ہے، جو غلط اور سراسر بدکاری ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے زمانہ قدیم کی رسم یا قانون تعدد زواج کو یکسر کالعدم قرار نہیں دیا ہے، بلکہ ناگزیر حالات اور دوررس مصالح کے پیش نظر سخت ضابطہ بندی کے ساتھ مسلمانوں کو اس کی محض اجازت دی ہے اور اسے چار کی تعداد میں محدود ومحصور کر دیا ہے۔ اس پر بعض لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے اس کی اجازت دے کر عورتوں کی عفت وعصمت کو پامال کر دیا ہے۔ جس کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کر کے عملی جامہ پہنایا تھا۔(۱) بعض جدت پسند مسلمان بھی یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے ہیں کہ اس سے عورتوں کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔ کبھی وہ اس کو عورتوں پر مرد کی بالادستی قرار دیتے ہیں۔ کبھی مرد کو چار اور عورت کو ایک پر محدود کرنا ان کو غیر مساویانہ لگتا ہے۔ نام نہاد مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے، جو اسلام کے مسلمہ اصول وقوانین کی نفی کر کے تعدد زواج کے مسئلہ کو اس بنا پر رد کر دیتا ہے کہ یہ ان کی پراگندہ ذہن کے موافق نہیں ہے اور جس سے اس کی ناجائز خواہشات اور چھپی یاری پر زد پڑتی ہے۔ اس بارے میں وہ قرآن کی آیات اور احادیث صحیحہ کا بھی انکار کر دیتا ہے۔(۲)

اسی طرح کی بے بنیاد باتوں کے پیش نظر سطور ذیل میں 'تعدد زواج کے فقہی اور قانونی احکام' کو واضح کرنے کی کوشش ورعصر حاضر کے تناظر میں اس کی افادیت ظاہر کی گئی ہے۔

انبیاءِ کرام اور تعدد زواج:

دنیا میں جتنے انبیاءِ کرام آئے، ان میں سے بیش تر نے تعدد زواج پر عمل کیا۔ بعض کی بیویوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ایک سے زائد بیویاں رکھنے کو جواز حاصل تھا۔(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق مشہور یہی ہے کہ ان کے پاس تین بیویاں تھیں۔(۴) ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیویوں کی تعداد چار تھی۔(۵) حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھی چار بیویاں تھیں۔(۶) ان کے عہد میں بیک وقت دو بہنوں سے شادی کرنے کی بھی کوئی ممانعت نہ تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی نو بیویاں تھیں۔(۷) تفسیر خازن کی رو سے ان کی بیویوں کی تعداد ننانوے تھیں۔(۸) حضرت سلیمان علیہ السلام سات سو عورتوں کے شوہر تھے۔ جب کہ تین سو کنیزیں تھیں۔(۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک روایت کے مطابق دو اور دوسری کے مطابق چار بیویاں تھیں۔(۱۰)

---

*صدر شعبہ اسلامک تھیالوجی، عالیہ یونیورسٹی، ۲۱- حاجی محمد محسن اسکوئر، کولکاتا-۷۰۰۰۱۶ (مغربی بنگال) انڈیا۔

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کوئی شادی نہیں کی تھی، لیکن انجیل متیٰ کے ایک واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ ان کے عہد میں بھی اس پر عمل کیا جاتا تھا۔(۱۱) یہی وجہ تھی کہ ان کے اولین مبلغین نے چند زوجگی کی تنقیص نہیں کی تھی۔

یہودیت میں تعدد زواج:

دور یہودیت میں تعدد زواج پر عمل کیا جاتا تھا اور اس کی کوئی حد بھی متعین نہیں تھی۔ توریتی قانون میں اس کی ممانعت کا کہیں ذکر نہیں ملتا ہے۔(۱۲) تلمود اور شریعت موسیٰ کے پیروکار زیادہ تر بیویاں رکھتے تھے۔ کبھی کبھار ان کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی تھی۔ 'انسائیکلو پیڈیا ببلیکا' کے مطابق ایک عام یہودی کو چار شادیاں کرنے کی اجازت تھی۔ جب کہ ایک بادشاہ یا حکمراں کو آٹھ شادیاں کرنے کی جازت تھی۔ تعدد زواج کی روایات یہاں دسویں صدی عیسوی تک برقرار تھیں۔ یہاں تک کہ ربی گرشوم بن یہودہ (AD۱۰۳-۹۴۰) نے اس کے خلاف حکم نامہ جاری کیا اور اس کے خاتمے کا حکم دیا۔ البتہ شیفارڈک یہودیوں میں یہ طرز عمل ۱۹۵۰ء تک جاری رہا۔ ۱۹۵۰ء میں اسرائیل میں یہودیوں کے چیف ربی کی آفس نے ایک سے زیادہ خواتین سے شادیوں کی عام ممانعت کردی۔(۱۳)

عیسائیت میں تعدد زواج:

انجیل کے زمانہ نزول میں کثیر زوجگی کو قبول عام کا درجہ حاصل تھا۔ اسی بنا پر انجیل مقدس میں اس موضوع پر کوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔ عہد نامہ جدید میں ایک شادی کو پسندیدہ ضرور قرار دیا گیا ہے، لیکن ایک مخصوص طبقہ کے سوا کسی اور کے لئے ایک سے زائد بیوی رکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ ابتداءِ عیسائیت کے بعد کئی سو برسوں تک کلیسا کی کسی مجلس نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ رہنمایان مذہب، سلاطین اور امرا ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے۔ البتہ' شارلمانی عہد' کے اواخر میں کلیسا کے حکم سے پورے یورپ میں اس کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود یہ یہاں سے کالعدم نہ ہوسکا۔ یورپین مصنف 'ویسٹر مارک' کے مطابق اس زمانے میں بعض عیسائی فرقے اس کی بڑی شدت سے وکالت کرتے تھے۔ ۱۵۳۱ء میں عیسائیوں کے ایک فرقہ نے اس بات کی تبلیغ کی کہ جو سچا عیسائی بننا چاہتا ہے، اس کی بہت ساری بیویاں ہونی چاہئیں۔ عیسائیوں کے بعض فرقے ایسے بھی تھے جو اس کو ضروری قرار دیتے تھے۔ قرون وسطیٰ میں Ribbi Grershor نے فتویٰ جاری کر دیا تھا کہ ایک شخص جتنی بیویاں چاہے رکھ سکتا ہے۔(۱۴)

قدیم ہندوستان میں تعدد ازواج:

ہندوستان کی قدیم تاریخ میں ایسے کئی مذہبی رہنماؤں کے نام ملتے ہیں جنہوں نے کثرت سے تعدد زواج پر عمل کیا تھا۔ راجہ کنس نے راجہ جراسندہ کی دو بہنوں سے شادی کی تھی۔ سری رام چندر جی کے والد مہاراجہ دسرتھ کی تین، سری کرشن کی اٹھارہ، راجہ چانڈ اور راجہ سنتن کی دو بیویاں تھیں۔ بجھتر ایرج کی ایک لونڈی اور دو بیویاں تھیں۔(۱۵) اس میں کہاں تک

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

صداقت ہے مگر کرشنا کی ۱۶۱۰۰ بیویاں بتائی جاتی ہیں۔(۱۶) موخرالذکر ویدک لٹریچر میں متعدد ایسی شہادتیں ملتی ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ اس عہد میں تعدد زواج کی رسم ہندو معاشرے کے بعض طبقات میں پوری طرح سرایت کئے ہوئے تھی۔(۱۷) ابوالریحان البیرونی کی صراحت کے مطابق اہل ہند میں سے بعض کی نظر میں طبقاتی اعتبار سے متعدد بیویاں ہوسکتی ہیں۔ برہمن کے لئے چار، چھتری کے لئے تین، ویس کے لئے دو اور شودر کے لئے ایک۔(۱۸) تاہم راجہ اور امرا کثرت سے عورتوں کو بیویاں یا داشتائیں بنا کر رکھتے تھے۔بعض صورتوں میں ایک عورت کئی مردوں کی بیوی ہوتی تھی، جس سے ایک ہی وقت میں نہ معلوم کس طرح ان کے تمام شوہر جنسی تعلق قائم کرتے تھے۔ پانڈوؤں کے پانچ بھائیوں کے لئے ایک مشترکہ بیوی تھی، جس کا نام دروپدی تھا، اس کی واضح مثال ہے۔ ہندومت کے مذہبی اور مقدس رہنما منو کے مطابق ایک مرد بیک وقت دس بیویاں رکھ سکتا ہے۔قدیم ہندوستانی حکم راں شاہ جندر کی سو بیویاں تھیں اور قدیم ویدک لٹریچر میں تعدد زواج یعنی ایک سے زائد شادیوں کے رواج کا پتا چلتا ہے۔(۱۹) سپہ سالار محمد بن قاسم نے جب سندھ پر حملہ کیا تو اس وقت یہاں کے راجہ کے پاس بھی کئی بیویاں تھیں اور تاریخی روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک بیوی خود اس کی سگی بہن تھی۔

بعض دوسرے ممالک میں تعدد زواج:

ایران کے اندر قانون نکاح کالعدم تھا۔ یہاں بھی تعدد زواج پر بہ کثرت عمل کیا جاتا تھا۔ رشتہ داری کتنی ہی قریبی ہو، اس کا مطلق لحاظ نہ کیا جاتا تھا۔ باپ کا بیٹی کو اور بھائی کا بہن کو اپنی زوجیت میں لینا کوئی غیر اخلاقی بات نہ تھی۔ایک شخص کو متعدد عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت تھی۔ 'ژنداوستا' میں بیویوں کے بارے میں کوئی قانون نہ ہونے کی وجہ سے مرد کئی بیویاں رکھتے تھے۔اس کے علاوہ داشتائیں بھی ہوتی تھیں اور دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات بھی قائم کئے جاتے تھے۔چین میں 'لیکی قانون' کی رو سے ایک شخص ۱۳۰ عورتوں سے شادی کرنے کا حق رکھتا تھا۔عہد قدیم میں اس کا بہت رواج تھا۔ ہان (Han) کے زمانے سے یہ روایت عام ہوئی کہ ایک مرد ایک ہی بیوی رکھ سکتا ہے، مگر وہ ساتھ میں کئی داشتاؤں کے رکھنے کا بھی مجاز ہے۔افریقی ممالک میں امور خانہ داری کے علاوہ اقتصادی ضرورت کو فروغ دینے کے لئے امرا اور شرفا کئی کئی بیویاں رکھتے تھے۔بعض قبائل میں زیادہ بیویاں رکھنے والے کو فخر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔فرد واحد تین سے بارہ عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھنے کا اختیار رکھتا تھا۔(۲۰)

تعدد زواج کا عمومی رجحان:

اس سرسری جائزہ سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں رہا کہ قبل از اسلام تمام مذاہب و ممالک میں عورتوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ یہاں تک کہ مذہبی کتابوں میں بھی ان کی عزت و عصمت کی حفاظت کی ضمانت واضح الفاظ میں نہیں دی گئی ہے۔ نہ اس عہد کے قانون نے انہیں وہ تحفظ فراہم کیا، جس کی وہ مستحق تھیں۔ بالکلیہ وہ مردوں کے اشاروں پر ناچتی تھیں۔تمام قدیم اقوام مثلاً یونانیوں، چینیوں، ہندوؤں، بابلیوں، آشوریوں اور مصریوں میں بھی اس کا رواج موجود تھا اور ان میں اکثر قوموں کے یہاں بیویوں کی کوئی تعداد بھی محدود و مقرر نہ تھی۔(۲۱) انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے ایک مضمون کی

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

روشنی میں یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ تعدد ازدواج کا رواج دنیا کے بیشتر ممالک اور قوموں میں پایا جاتا تھا اور ماضی قریب تک اس کا عام رواج تھا۔(۲۲)اس کے علاوہ بھی لوگ ناجائز طریقوں سے عورتوں سے جنسی تلذذ حاصل کرتے تھے۔ یہ کوئی عیب کی بات بھی سمجھی نہیں جاتی تھی۔(۲۳) ماہر انسانیات' جارج مرڈاک' کی رپورٹ ۱۹۴۹ء کے مطابق دنیا کی ۴۱۵ قوموں میں تعدد ازدواج کا رواج تھا۔ مرڈاک ہی کی ایک دوسری رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵۰ تہذیبوں یا معاشروں میں سے ۱۹۳ میں اس کا رواج پایا گیا ہے۔(۲۴) دنیا کی اسی صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد محمد الغزالی لکھتے ہیں: ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنے بھی دین آئے، ان سب میں تعدد ازدواج کا حکم موجود ہے۔(۲۵) عہد قدیم اور عہد وسطی کے تقریباً تمام ممالک میں تعدد ازدواج کی صورت حال تھی کا جائزہ اختصار کے ساتھ 'انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' میں اس طرح پیش کیا گیا ہے:

''تعدد ازدواج یا داشتہ عورتیں رکھنے کی ایک قسم، جسے اصل تعدد ازدواج سے بہ مشکل ہی ممتاز سمجھا جا سکتا ہے، قدیم تہذیب کے اکثر لوگوں میں پائی گئی ہے۔ چین میں قانونی خاص بیوی کے علاوہ کچھ اور عورتیں بھی بیویاں کہلائی جاتی تھیں، جو 'خوش اخلاقی' کے تحت رکھ لی جاتی تھیں یا قانونی داشتائیں ہوتی تھیں۔ جاپان میں چینی ٹائپ کی داشتہ عورتیں رکھنے کا رواج ایک قانونی نظام کی حیثیت سے ۱۸۸۰ء تک موجود تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدیم مصر میں تعدد ازدواج کی اجازت تو تھی مگر بادشاہوں کے ماسوا اس کا عام رواج نہ تھا۔ حمورابی کا بل والا قانون کہتا ہے کہ رشتہ ازدواج یک زوجگی والا ہونا چاہیے۔ اس کے باوجود یہ بھی صراحت کرتا کہ اگر کسی مرد نے ایک عورت سے شادی کی اور بیماری نے اسے پوری طرح گھیر لیا تو وہ دوسری شادی کر سکتا ہے اور وہ لاولد رہ جائے تو داشتہ رکھ سکتا ہے۔ یہودیوں کے یہاں ایک مرد کسی بھی حالت میں بہت سی بیویاں رکھ سکتا تھا۔ ان بیویوں کی قانونی حیثیت میں کوئی فرق نہ ہوتا تھا اور نہ عورتوں کی تعداد کے سلسلے میں کوئی تحدید تھی۔ عرب میں محمدؐ نے یہ طے کر دیا تھا کہ ایک مرد کی قانونی بیویاں چار سے زیادہ نہ ہونی چاہئیں۔ بہت سے انڈو یورپین لوگوں میں تعدد ازدواج کی اجازت تھی......قدیم سیلو اور ٹیوٹنس میں قدیم آئرس اور ویدک عہد کے ہندوستانیوں میں--اگرچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریقہ بادشاہوں، سرداروں یا اشراف کے لئے مخصوص تھا......اس کے برعکس یونان میں یک زوجگی شادی کی واحد تسلیم شدہ شکل تھی۔ داشتہ رکھنے کا رواج ایتھنز میں پایا جاتا تھا، لیکن یہ طریقہ شادی سے بالکل ممتاز تھا اور داشتہ عورتوں کو کوئی حق نہ ملتا تھا۔ رومی تہذیب میں رشتہ ازدواج شدت سے یک شوجگی کا تھا اور شادی شدہ مردوں اور طوائفوں کے درمیان ناجائز تعلقات جمہوریہ کے اختتام تک عام تھے۔''(۲۶)

عصر حاضر میں تعدد ازدواج کی صورت حال:

عصر حاضر میں دنیا کے مختلف ممالک اور ریاستوں میں تعدد ازدواج کی الگ الگ قانونی اور سماجی حیثیت ہے۔ تقریباً بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں قانونی طور پر اس کی اجازت نہیں ہے۔ جب کہ بہت سے ترقی پزیر ممالک میں تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دیئے جانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ وہ ممالک جہاں اس کی اجازت نہیں ہے، پہلے سے شادی شدہ مرد دوسری

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

شادی کرتا تو یہ غیر قانونی سمجھا جائے گا اور جو اس پر عمل کرے گا وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ اس وقت جو نظریہ فروغ پا رہا ہے وہ یہی کہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا عمل حقوق انسانی کی خلاف ورزی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی حقوق انسانی کی تنظیمیں اور حقوق نسواں کی علم بردار جماعتیں اس کے منسوخ کئے جانے کی کوشش میں سرگرداں ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں United Nations Human Rights Committee نے عالمی سطح پر تعدد ازدواج کو جرم قرار دے دیا ہے۔ کیوں کہ یہ خواتین کے ذاتی حقوق پر شب خون مارنے کے علاوہ سیاسی اور شہری حقوق کے بھی منافی ہے۔ تقریباً پچاس ملکوں میں جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے یا وہ کثیر تعداد میں ہیں، تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ براعظم افریقہ کے کچھ حصوں میں بھی اسے قانونی جواز حاصل ہے۔ مشرق وسطی کے علاقوں میں اس کا رواج ہے، سوائے اسرائیل، ترکی اور تونیشیا کے۔ تقریباً ایک درجن ممالک ایسے ہیں جہاں تعدد ازدواج کو حکومتی سطح اور قانونی طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا، تاہم وہاں کے لوگ پرانے رسم ورواج کے مطابق اس پر عمل کرتے ہیں۔ شمالی امریکہ کے علاقے Saskatchwan کو اس حیثیت سے مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے، جہاں بڑی حد تک اس کی اجازت ہے۔ نائیجریا کی شمالی ریاستوں میں کثیر زوجگی کو قانونی درجہ حاصل ہے، اس لئے کہ یہاں کے قانون کی بنیاد اسلامی شریعت پر ہے۔ پاکستان میں اس کی اجازت تو ہے، مگر پہلی بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔ (۲۷) برطانیہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ وغیرہ میں اگر دوسری یا تیسری شادی کسی دوسرے ملک کی خاتون سے کی جاتی ہے تو اسے عمومی ممانعت کے مقابلے میں رعایت دی گئی ہے۔ ہندوستان اور سری لنکا میں صرف مسلم شہریوں کے لئے تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔ وہ ممالک جہاں اکثریت عیسائیوں کی ہے اس کی اجازت نہیں دیتے ہیں، سوائے چند کے۔ جیسے Republic of Congo، یوگینڈا اور زمبیا۔ میانمار (برما) واحد ایسا ملک ہے جہاں بدھسٹوں کی اکثریت ہے، قانونی ممانعت کے باوجود وہاں کے لوگ اپنی پرانی ریت ورواج کے مطابق اس پر عمل کرتے ہیں۔ شمالی لینڈ اور پونٹ لینڈ کے بعض خود مختار علاقوں میں (جو شمالی صمالیہ میں ہیں) تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔ کیوں کہ Transitional Federal Government itself کے تحت یہاں شرعی قوانین پر عمل کیا جاتا ہے۔ فی الحال جنوبی سوڈان کے آزاد ممالک میں اس کو جائز سمجھا جاتا ہے۔ فلسطینی قلم رو کے West Bank اور Gaza Strip وغیرہ میں مسلم شہریوں کے لئے کثیر زوجگی کی اجازت ہے۔ بھوٹان میں قدیم روایت کی طرح آج بھی اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ نیپال کے کچھ علاقوں میں بھی اس پر عمل کئے جانے کا پتا چلتا ہے۔ جب کہ قانونی طور پر یہاں یہ ممنوع ہے۔ کینیا، نیمبیا اور بہت سے ایشیائی ممالک میں تعدد ازدواج کے جواز کی جدوجہد کی جارہی ہیں۔ (۲۸)

ان ممالک سے تعدد ازدواج کا خاتمہ ہوگیا؟

مغربی ممالک ہوں یا ان جیسے دوسرے ممالک جہاں ایک سے زائد بیوی رکھنے پر قانونی پابندی ہے، وہاں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سب کے سب ایک ہی بیوی پر اکتفا کرتے اور کسی دوسری عورت سے ناجائز تعلقات قائم نہ کرتے۔ لیکن صورت حال اس کے برعکس اور تکلیف دہ ہے۔ ناجائز تعلقات کی بات الگ ہے، قانونی ممانعت کے باوجود بہ کثرت تعدد زواج پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس صورت حال کی عکاسی حالیہ دنوں میں جاری بحث ومباحثہ، وہاں کے ناقدین کی کتابوں اور مختلف سروے رپورٹوں سے ہوتی ہے۔ ایس. ڈی. گوائٹین کی کتاب 'یہود اور عرب'، ایل. ٹی. باب ہاؤس کی کتاب مورلس ان

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

اوولیشن (Morals in Evolution) اور اے. ویسٹر مارگ کی کتاب A Short History of Marriage اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہاں آج بھی اس پر عمل کیا جاتا ہے۔(۲۹)

جائز طریقے سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر زندگی گزارنے کو تمام مذاہب وملل میں تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔اس سے جہاں عورتوں پر بہت سی مذہبی، قانونی، سماجی اور معاشرتی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہیں مردوں پر بھی ان کی کفالت ونگرانی اور تحفظ کا سنجیدہ احساس پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ صاحب اولاد ہوتا ہے تو یہ ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔یہی وہ بات ہے جس سے آج مغرب پیچھا چھڑانا چاہتا ہے، کیوں کہ جس کے پاس جتنی قانونی بیویاں ہوں گی، وہ اسی قدر ذمہ داریوں کے ادا کرنے پر مجبور ہوگا۔ چنانچہ اس کا واحد علاج یہ نکالا گیا کہ قانونی طور پر تو صرف ایک بیوی رکھی جائے اور مزید بیویوں کی ضرورت کی تکمیل کے لئے ان گنت عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم کئے جائیں۔ چاہے وہ کھلے عام ہو یا ڈھکے چھپے۔(۳۰) اسی وجہ سے 'سوپنہار' نے کہا تھا:

> ''ایک بیوی پر اکتفا کرنے والے کہاں ہیں؟ میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ہم میں ہر شخص کثرت زواج کا قائل ہے۔ چوں کہ ہر آدمی کو متعدد عورتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔اس لئے مرد پر کسی قسم کی تحدید عائد نہیں ہونی چاہیے۔''(۳۱)

ممانعت تعدد زواج کے مضر نتائج:

تعدد زواج کی ممانعت کی وجہ سے مغربی معاشرہ کی جو تشویش ناک اور بھیانک حالت ہوئی ہے، اس سے عورتوں کا وجود ہی خطرہ میں پڑ گیا ہے اور ناجائز جنسی ہوس رانی کی مشین بن گئی ہے۔اس کا اندازہ کرنے کے لئے ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کے ایک مضمون 'نکاح کے بغیر جنسی تعلق- نظام خاندان کی تباہی' سے ذیل کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

> ''امریکا میں ۱۹۶۰ء سے قبل تقریبا ۴۵۰۰۰۰ جوڑے بغیر نکاح کے ایک ساتھ رہتے تھے۔۲۰۰۰ء تک ایسے لوگوں کی تعداد میں دس گنا اضافہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ۲۰۱۱ء میں ان کی تعداد تقریباً ساڑھے سات ملین تک پہنچ گئی۔ ۲۰۰۹ء میں U. S. Census Bureau نے American Community Survey کروایا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ ۳۰ سے ۴۴ سال کی درمیانی عمر کے مرد اور خواتین، جو نکاح کے بغیر ایک ساتھ رہتے ہیں، ان کا تناسب ۱۹۹۹ء میں ۴ فی صد تھا، جواب ۷ فی صد ہو گیا ہے۔خواتین کا الگ سے کئے جانے والے سروے کا نتیجہ یہ تھا کہ ۱۹ سے ۴۴ سال کی درمیانی عمر کی ایسی خواتین، جو نکاح کے بغیر کسی مرد کے ساتھ رہتی ہیں، ان کا تناسب ۱۹۸۷ء میں ۳۳ فی صد تھا، جواب بڑھ کر ۵۸ فی صد ہو گیا۔ برطانیہ کے Office for National Statistics کے مطابق وہاں ۲۰۱۲ء میں بغیر نکاح کے ایک ساتھ رہنے والے جوڑوں کی تعداد ۵.۹ ملین تھی، ۱۹۹۶ء میں ان کی تعداد دوگنی تھی۔ یہی حال یورپی ممالک کا ہے۔ ۲۰۱۱ء میں یورپی یونین کے ۲۷ ممالک میں پیدا ہونے والے بچوں میں ۳۹.۵ فی صد ایسے تھے، جن کی ولادت بغیر نکاح کے جنسی تعلق کے نتیجے میں ہوئی تھی۔
>
> یہ وبا مغربی ممالک کے ساتھ اب مشرقی ممالک میں بھی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ National Institute

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

of Population and Social Security Research Japan کے مطابق ۲۵ سے ۲۹ سال کی درمیانی عمر کی خواتین کی تقریباً ۳ فی صد تعداد اس وقت جاپان میں بغیر نکاح کے مردوں کے ساتھ رہ رہی ہے اور ۲۰ فی صد خواتین ایسی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی بغیر نکاح کے جنسی تعلق کا تجربہ کیا ہے۔ فلپائن میں ۲۰۰۴ء میں ۲۰ سے ۲۴ سال کی درمیانی عمر کے تقریباً ڈھائی ملین افراد (مرد و خواتین) بغیر نکاح کے ایک ساتھ رہ رہے تھے۔ Live in Relationship اختیار کرنے والے جوڑوں کا تناسب آسٹریلیا میں ۲۰۰۵ء میں وہاں کی آبادی کا ۲۲ فی صد اور نیوزی لینڈ میں ۲۰۰۱ء میں وہاں کی مجموعی آبادی کا ۱۸ فی صد تھا۔'' (۳۲)

ہندوستان میں بھی یہ رجحان بڑی تیزی سے فروغ پا رہا ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں Live in Relationship اختیار کرنے والوں کی تعداد خاصی ہے۔ اس عمل کو سرکاری و قانونی سرپرستی بھی حاصل ہو رہی ہے۔ حالیہ دنوں میں یہاں کی عدالت کے ذریعے کچھ فیصلے ایسے صادر ہوئے ہیں جو اس عمل کو بڑھاوا دینے کے لئے کافی ہیں۔ متعدد شواہد کی روشنی میں یہاں کی صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں:

''سپریم کورٹ کی ایک بنچ نے ۲۳ مارچ ۲۰۱۰ء میں S.Khushboo vs Kanniammal کے کیس میں یہ رولنگ دی کہ بالغ مرد اور عورت بغیر نکاح کے بھی ایک ساتھ رہ سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فاضل ججوں نے ساتھ ہی اپنے ان احساسات کا اظہار بھی کرنا ضروری سمجھا:

"When two adult People want to live togather, what is offence? Dose it amouny an offence? Living togather is not an offence. It can not be an fffence."

(اگر دو جوان (مرد اور عورت) ایک ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اس میں جرم کیا ہے؟ یہ معاملہ جرم تک کہاں پہنچتا ہے؟ ایک ساتھ رہنا جرم نہیں ہے۔ یہ جرم ہو بھی نہیں سکتا۔)

۱۳/ اگست ۲۰۱۰ء کو Madan Mohan Singh vs Rajni Kant کیس میں سپریم کورٹ کی ایک بنچ نے یہ رائے دی کہ کوئی مرد اور عورت اگر لمبے عرصے تک بغیر نکاح کے ایک ساتھ رہیں تو ان کے تعلق کو 'نکاح پر مبنی تعلق' کے مثل مانا جا سکتا ہے۔ ایک دوسرے کیس (Bharata Matha vs R. Vijaya) میں سپریم کورٹ کی ایک بنچ نے فیصلہ دیا کہ Live in Relationship کے نتیجے میں اگر کوئی اولاد ہوتی ہے تو اسے اپنے باپ اور ماں دونوں کی جانب سے وراثت کے حقوق حاصل ہوں گے۔

سپریم کورٹ کی ایک بنچ نے ۲۱/ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو Velusamy vs D. Patchaiammal کے کیس میں رائے دی کہ Demestic Violence Act 2005 کے تحت درج ذیل شرائط پوری کرنے پر دو افراد کے Live in Relationship کو نکاح کی حیثیت دی جا سکتی ہے:

۱۔ وہ دونوں سماج کی نگاہوں میں میاں بیوی کی طرح رہتے ہوں۔
۲۔ وہ اس عمر کو پہنچ گئے ہوں جو قانونی طور پر نکاح کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے۔
۳۔ بغیر نکاح کے ساتھ رہتے ہوئے وہ اس لائق ہوں کہ ان کے درمیان قانونی طور پر نکاح ہو سکتا ہو۔
۴۔ وہ رضا کارانہ طور پر ایک ساتھ رہتے ہوں اور انہوں نے ایک قابل لحاظ مدت تک 'مشترکہ رہائش' اختیار کی ہو۔'' (۳۳)

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

حال ہی میں مدھیہ پردیش ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ بغیر نکاح کے کسی مرد کے ساتھ رہنے والی عورت کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو نکاح کر کے ساتھ رہنے والی عورت کو حاصل رہتے ہیں۔ دونوں عورتیں شوہر کے ساتھ ایک مکان میں الگ الگ کمروں میں رہیں گی اور دونوں کے ساتھ شوہر کو پندرہ پندرہ دن رہنا ہوگا۔(۳۴)

دسمبر ۲۰۱۲ء میں دارالحکومت دہلی کے اندر ایک جوان لڑکی کی عصمت دری کا بھیانک واقعہ پیش آیا۔ اس پر بڑے پیمانے پر پورے ہندوستان میں احتجاج کئے گئے۔ مختلف تنظیموں، جماعتوں کے افراد اور اسکولس و یونیورسٹیز کے اسٹوڈنٹس یونین سڑکوں پر اتر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں جو پلے کارڈس تھے، ان پر لکھا ہوا تھا کہ 'تم (مرد) ہماری مرضی کے بغیر ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے'۔(۳۵) اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی خاتون کی جبراً کسی خاتون کی عصمت دری کی جائے تو یہ جرم ہے اور اگر رضامندی سے دونوں تنہائی اختیار کریں اور جسمانی تعلقات کی ہوجائے تو یہ نہ مجرمانہ عمل ہوگا اور نہ اخلاق و شرافت سے گری ہوئی بات ہوگی۔

ممانعت تعدد ازدواج ناجائز بچوں کے اضافے کا سبب:

تاریخ کے جس عہد میں اور کسی بھی نوعیت سے تعدد ازدواج کی ممانعت کی گئی، وہاں کے لوگ ڈھکے چھپے اس پر عمل کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے ناجائز بچوں کی بہتات ہوگئی اور اس طرح سماجی و معاشرتی برائیوں نے اپنا پنجہ گڑا دیا۔ 'تاریخ اخلاق یورپ' کے مصنف نے یہاں کی صورت حال کو بڑے ہی دردناک اور دکھ بھرے انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہاں کا مذہبی حلقہ حد سے زیادہ اخلاقی برائی کا شکار اور کثرت زنا میں ملوث ہے۔ ایک ایک پادری ستر ستر ناجائز بچوں کا باپ نکلا۔ مذہبی پیشوا کی حالت جب ایسی ہو تو عوام کے بارے میں کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔(۳۶) اسی طرح کی صورت حال سے اس وقت یورپ اور امریکہ دوچار ہے۔

اقوام متحدہ کی طرف سے شائع ہونے والے سالانہ 'ڈیموکرافک' ۱۹۵۹ء کی رپورٹ سے انکشاف ہوتا ہے کہ مغربی ممالک میں ناجائز بچوں کی ولادت کا تناسب تشویش ناک حد تک بڑھا ہوا ہے۔ اس کے مطابق السلوڈور ڈن میکن ری پبلک، ہندوراس، گوئٹے مالا اور پناما میں ناجائز بچوں کا تناسب ۶۰ فیصدی ہے۔ پناما میں تو ہر چار میں سے تین بچے پادریوں کی مداخلت یا سول میرج رجسٹری کے بغیر ہی پیدا ہو رہے ہیں۔ لاطینی امریکہ میں ناجائز بچوں کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔ یہی حال ویسٹ انڈیز کا بھی ہے۔ آئس لینڈ میں ۵۶، سویڈن اور ڈنمارک میں ۵۰ فی صد ناجائز بچوں کا تناسب ریکارڈ کیا گیا ہے۔ اوسطاً یورپی ممالک میں ۲۰ فی صد بچوں کی پیدائش رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے پہلے ہی ہوجاتی ہے۔ کیلیفورنیا کے ایک شہر کے ہائی اسکول کی ۶۹۲ میں سے ۱۵۰ طالبات حاملہ پائی گئی تھیں جن میں ۸۰ فی صد غیر شادی شدہ تھیں۔ ۱۹۸۴ء میں ۱۵ سے ۱۹ سال تک عمر کی لڑکیوں کے ۲۶۱۲۶۰ بچے پیدا ہوئے تھے۔(۳۷) حالیہ برسوں میں یہ صورت حال اور بھی بھیانک ہوگئی ہے۔ ۲۰۰۸ء میں بن باپ کے جنم لینے والے بچوں کا تناسب ۴۰.۶ فی صد تھا۔ اسی طرح یونان میں یہ شرح ۵ فی صد، سائپر میں ۹ فی صد، ایسٹونیا میں ۵۸ فی صد اور آئس لینڈ میں ۶۴ فی صد تھی۔ یورپ کے اندر اس شرح میں تشویش ناک حد ۴۶ فی صد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ نام نہاد مہذب مغربی دنیا میں ۵ سے ۷ کروڑ بچے ہر سال اسقاط حمل کی نذر کر دیئے جاتے ہیں۔ نوجوان بچیوں میں شرح حمل انتہا کو پہنچ چکا ہے۔(۳۸) ۲۰۱۱ء کے ایک سروے کی رو سے یورپین یونین کے ۲۷ ممالک میں پیدا ہونے والے بچوں میں ۳۹.۵ فی صد ایسے تھے جن کی ولادت بغیر نکاح کے جنسی تعلق کے نتیجے

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

میں ہوئی تھی۔(۳۹)

اسلام تعدد زواج کا موجد نہیں:

جس زمانے میں اسلام اپنی آفاقی اور ابدی تعلیمات کے ساتھ سرزمین عرب میں قدم رکھا، اس وقت بھی کم وبیش پوری دنیا میں تعدد زواج پر عمل کیا جاتا تھا اور عرب معاشرے میں بھی اس کا بہ کثرت رواج تھا۔ جس کا جتنا دل اور جس کسی کو چاہتا اپنی بیوی بنالیتا تھا۔ مردوں کا ایک شادی کرنا کسر شان سمجھا جاتا تھا۔ زیادہ بیویاں رکھنے کو فخر وتکریم گردانا جاتا تھا۔ ان کی تعداد سے ہی مردوں کی شجاعت، قوت اور ثروت کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔ معاشرہ میں جاری بہت سی مثالیں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مل جاتی ہیں۔ ایک صحابی قیس بن حارث کے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔(۴۰) غیلان بن سلمہ ثقفی کے پاس دس بیویاں تھیں۔(۴۱) نوفل بن معاویہ کے پاس پانچ بیویاں تھیں۔(۴۲) ان سب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اسلام میں بیک وقت چار بیویوں سے زائد رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے ان میں سے انتخاب کر کے چار کو روک لو، بقیہ کو معروف طریقے سے جدا کردو۔ اسلام نے معاشرہ کی فطری ضرورت اور اس کی صالحیت کے لئے اس پر بالکلیہ پابندی عائد کرنے کے بجائے افراط وتفریط سے اجتناب کرنے کی تعلیم دی اور ایسا معتدل قانون عطا کیا جو ہر زمانے کے لئے مفید ہے۔ یہ بات سرے سے ہی غلط ہے کہ اسلام تعدد زواج کا موجد ہے۔ اس نے محض ایک عورت سے شادی کو آئیڈیل اور تعدد زواج کو مشروط بنایا اور تعداد کے اعتبار سے اس کی تحدید کردی۔(۴۳)

باشندگان عرب ایک تو جنسی ضرورت کے پیش نظر غیر محدود شادیاں کرتے تھے، دوسرے یہ کہ جو خاتون مال دار ہوتی اور جس کا کوئی سرپرست نہ ہوتا تھا، اس سے لوگ مال ودولت کے لالچ سے شادی کر لیتے تھے۔ مگر ان کے ساتھ بیوی کی جیسا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ اسی دوران 'غزوہ احد' میں صحابہ کرام کی شہادت کا ایک بڑا سانحہ پیش آ گیا۔ صحابہ کرام کی شہادت سے مدینہ کی گلیوں میں صف ماتم بچھ گیا۔ ستر سے زائد گھر بے سہارا اور بہت سی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے۔(۴۴) جن کا کوئی دیکھ ریکھ کرنے والا اور پرسان حال نہ تھا۔ اس وقت یہ حادثہ اسلام کے لئے بھی ایک بڑا چیلنج بن گیا تھا کہ کس طرح اس مسئلہ کا حل نکالا جائے جائے۔ تعدد زواج کی غیر محدود رسم یہاں پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ بالعموم خود غرضی کی خاطر ایسا کیا جاتا تھا۔ ان بیواؤں اور مفلوک الحال بچیوں کو اپنی سرپرستی میں لینے کے لئے کوئی کو تیار نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں اسلام کو قدیم رسم کی اصلاح کے ساتھ انقلابی تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت پڑی۔ اس نے ہنگامی حالت میں مسلمانوں سے کہا کہ ان بیواؤں اور یتیم بچیوں میں جو ایسی ہوں کہ ان کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم کیا جا سکے اور تم بھی اس لائق ہو کہ ان کے نان ونفقہ کا انتظام کرسکو تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِيْ الْيَتَامٰى فَانكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوْا﴾

''اور اگر یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو، دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورت کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں، بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ زیادہ قرین ثواب ہے۔''

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

آیت مذکور میں جہاں یتیموں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں تعدد ازواج کی حد بندی بھی کر دی گئی ہے۔اسی کے ساتھ یہ تاکید بھی کر دی گئی ہے کہ تعدد کی صورت میں عدل وانصاف کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے۔ان کے حقوق ادا کرنے میں عدل نہ کئے جانے کا اندیشہ بھی ہو تو ایسے آدمی کو تعدد سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔یہ واضح اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ایک ہی بیوی کے دستور کو اصل قاعدہ اسلام قرار دیا گیا ہے،مگر ساتھ ہی یہ بھی برداشت نہیں کیا گیا کہ انسان کو ضرورت لاحق ہو اور وہ دوسری شادی نہ کرے۔(۴۵)

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ آیت تعدد ازواج سے متعلق کوئی نیا حکم بیان کرنے کے لئے نازل نہیں ہوئی، بلکہ یتیموں کی مصلحت کے پیش نظر تعدد ازواج کے اس رواج سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب کے لئے یہ آیت نازل ہوئی تھی جو عرب معاشرے میں پہلے سے موجود تھا۔(۴۶) چوں کہ قرآن کریم ایک ابدی و آفاقی کتاب ہے، وہ ہنگامی حالت میں بھی دائمی حقائق بیان کر دیتا ہے۔اس لئے تعدد ازواج سے متعلق قرآن کا یہ حکم عام ہے۔جہاں، جب بھی اور جس کے ساتھ یہ حالت پیش آئے گی وہ اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کا مجاز ہوگا۔(۴۷)

اسلام نے سابقہ رسم ورواج کی تجدید کیوں کی ،اس کا ہلکا اشارہ اوپر کیا گیا ہے۔مزید وضاحت کے لئے آیت کے شان نزول کو بھی ذہن میں رکھا جائے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں عروہ بن زبیر کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی ہے۔اس میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى﴾ کا مطلب پوچھا۔انہوں نے اس کا جواب دیا:

> ''میرے بھانجے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو یتیم لڑکی اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اس کی جائداد کی حصہ دار ہو (ترکہ میں) اور ولی کو اس کی مالداری ،خوب صورتی پسند آ جائے اور وہ اس سے نکاح کرنا چاہے ،مگر انصاف کے ساتھ اس کا پورا مہر جتنا دوسرے لوگ اس کو دیں، نہ دینا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ ان کو ایسی یتیم لڑکیوں کے ساتھ جب تک ان کا پورا مہر انصاف کے ساتھ نہ دیں،نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ تم دوسری عورتوں سے جو تم کو بھلی لگیں، نکاح کرلو (یتیم لڑکی کا نقصان نہ کرو)۔عروہ نے کہا: حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ اس آیت کے اترنے کے بعد لوگوں نے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا۔اس وقت اللہ نے یہ آیت **ویستفتونک فی النسا** اتاری۔حضرت عائشہ نے کہا کہ دوسری آیت میں جو یہ فرمایا: **وترغبون ان تنکحوھن** یعنی وہ یتیم لڑکیاں جن کا مال و جمال کم ہونے کی وجہ سے تم ان کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت کرو، کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ان یتیم لڑکیوں سے جن کا مال و جمال کم ہو نکاح کرنا نہیں چاہتے تو مال اور جمال والی یتیم لڑکیوں سے بھی جن سے تم کو نکاح کرنے کی رغبت ہے، نکاح نہ کرو، مگر جب انصاف کے ساتھ ان کا پورا مہر ادا کر دو۔''(۴۸)

تحدیدی اجازت کے فوائد واثرات:

مردوں کی جائز اور فطری ضرورت اور معاشرہ کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ بات مزید اچھی طرح سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اسلامی شریعت نے نہ تو زمانہ جاہلیت کی غیر محدود کثرت ازواج کی اجازت دی اور نہ اس میں اتنی تنگی رکھی کہ ایک سے زائد بیوی کو نکاح میں رکھا ہی نہ جائے۔سورہ نساء کی متذکرہ آیت کے نازل ہونے سے فوری طور پر ایک مشکل سماجی

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

ومعاشرتی مسئلہ کا حل نکل آیا۔ کسی ایک صورت پر اسلام سخت ہوجاتا یا اس میں نرمی برت دی جاتی تو معاشرہ خلفشاری میں مبتلا ہوجاتا۔ بہت سی عورتیں بے شادی کے ہی زندگی گزارنے پر مجبور ہوجاتیں، یتیم بچیوں کے لئے رشتہ ازواج سے منسلک ہونا خواب وخیال بن جاتا۔ بیوہ ومطلقہ عورتیں تو لائق اعتنا بھی نہ ہوتیں۔ اسی طرح مرد بھی جہاں تہاں تاکتے اور جھانکتے پھرتے۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جن لوگوں کے پاس پہلے سے چلی آرہی چار سے زائد بیویاں تھیں، انہیں معروف طریقے سے طلاق دے کر جدا کردیا۔(۴۹) بہت سی بے سہارا عورتیں اور یتیم بچیوں کو مناسب ٹھکانہ مل گیا۔ کئی صحابہ کی متعدد بیویاں ہوگئیں۔ اس زمانے میں ایسے افراد کے تعاون کا باوقار طریقہ تعدد زواج قرار پایا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو معاشرہ میں انتشار لازمی تھا۔ بدعنونی بڑھ جاتی اور بچے بدحالی اور کس مپرسی کا شکار ہوجاتے۔ اس تناظر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر زوجیت کی معنویت کو سمجھنا بھی چنداں مشکل نہیں کہ کیوں آپ نے ایسا کیا اور یہ بالخصوص مسلمانوں کے حق میں کتنا مفید ثابت ہوا۔(۵۰)

بیویوں کے درمیان عدل مطلوب ہے:

اسلام نے ہنگامی حالات کے پیش نظر تعدد زواج کی اجازت دی اور اسے بعض حدود وقیود کے ساتھ مشروط بھی کردیا۔ یہ ایسی شرط ہے کہ اس پیمانے پر اترنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ شان امتیازی صرف اسلام کی ہے کہ اس نے اس کی اجازت تو دی، مگر زمانہ قدیم کی بے جا اور لامحدود رسم کی طرح اسے بے لگام نہیں چھوڑ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو ایک سے زائد بیویوں کی واقعی ضرورت ہو اور وہ اس لائق بھی ہو کہ بیویوں کا نان ونفقہ ادا کرسکے، تو اس رعایت سے فائدہ اٹھاسکتا ہے۔ مگر وہ ان کے درمیان انصاف نہیں کرسکے گا تو پھر جائز نہیں کہ وہ مزید شادیاں کرے۔(۵۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن بیویوں کے درمیان عدل نہ کرنے والا شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو لٹکا ہوا ہوگا۔''(۵۲)

شادی کب اور کن حالات میں کی جائے گی، اس بارے فقہاءِ کرام نے بڑی مفصل بحث کی ہے۔ علامہ عابدین فرماتے ہیں: جسے نکاح کرنے کے بعد بیوی کے ساتھ ظلم کرنے کا گمان ہو، اس کے لئے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ظلم کا یقین ہو تو حرام ہے۔ کیوں کہ نکاح نفس کی حفاظت اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مشروع ہوا ہے۔ لیکن نکاح کے بعد جو شخص ظلم کرکے گناہ اور حرام کا ارتکاب کرنے لگے، اس کے حق میں یہ گناہ کا سبب بن جائے گا۔ ان برائیوں کے غالب آجانے کی وجہ سے نکاح کے مصالح ہی فوت ہوجائیں گے۔(۵۳) تعدد زواج کی صورت میں شوہر کا رویہ کیا ہونا چاہیے، اس کے متعلق بحث کرنے کے بعد علامہ ابن الہمام حنفی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ چار عورتیں اس شرط کے ساتھ حلال ہیں کہ ان کے ساتھ ناانصافی کا خوف نہ ہو، لیکن اگر اس کا خوف ہو تو ایک سے زائد شادی کرنا ممنوع ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ متعدد بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ انصاف کرو۔(۵۴) علامہ بدرالدین کاشانی لکھتے ہیں: اگر خاوند دو آزاد عورتیں یا لونڈیاں رکھتا ہو تو اس کے لئے واجب ہے کہ ان دونوں کے درمیان غذا، لباس اور شب باشی میں عدل اور برابری کا سلوک کرے۔(۵۵)

ایک سے زائد بیویوں میں عدل ممکن نہیں؟:

اسلام نے عدل کی شرط کے ساتھ تعدد زواج کی اجازت دی ہے۔ ساتھ میں یہ بھی کہا ہے کہ ان کے معاملے عدل کو ملحوظ رکھا نہیں جاسکتا:

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

﴿وَلَن تَسْتَطِيعُواْ أَن تَعْدِلُواْ بَيْنَ النِّسَاء وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلاَ تَمِيلُواْ كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيما."﴾(النساء: ۱۲۹)

''بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ لہذا (قانون الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ) ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھ لٹکتا چھوڑ دو۔ اگر تم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

اس پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کیا اسلام اور قانون ہے جو اپنے پیروکاروں کو ایک جگہ عدل کے ساتھ تعدد زواج کی اجازت دیتا ہے اور دوسری طرف اس کی نفی یہ کہہ کر 'بیویوں کے معاملہ میں عدل کیا ہی نہیں جا سکتا' کر دیتا ہے۔ اس طرح مسلمان ایک سے زائد شادیاں کر کے عورتوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ دراصل دونوں جگہوں پر وارد عدل کے تعین میں لوگ غلطی کرتے ہیں۔ اگر اسے اچھی طرح سے سمجھ لیا جائے تو شاید اعتراض کا کوئی موقع ہی نہیں رہے۔ یہاں سب سے پہلے یہ بات ذہن نشیں کرنی ہوگی کہ شریعت اسلامی ایک نہایت سنجیدہ قانون ہے۔ اس میں اس قسم کے مزاح کی قطعی گنجائش نہیں کہ وہ ایک آیت میں ایک بات کو جائز قرار دے اور ساتھ ہی دوسری آیت میں بالواسطہ اس کی اجازت کو واپس لے لے۔(۵۶) دراصل یہ آیت سورہ نساء کی مذکورہ تیسری آیت ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى ﴾ کی تشریح ہے۔ یعنی یہ کہ بیویوں کی جو تعداد پہلے سے جمع ہے، اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے۔ سب کو ایک طرح کا مکان، لباس، کھانے پینے کا سامان مہیا کیا جائے اور ان کے ساتھ شب باشی میں بھی عدل کیا جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا تو پھر ایک سے زائد بیوی نہ رکھی جائے۔ اس سلسلے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن ایک طرف عدل کی شرط کے ساتھ تعدد ازواج کی اجازت دیتا ہے اور دوسری طرف عدل کو ناممکن قرار دے کر اس کی اجازت کو عملاً منسوخ کر دیتا ہے۔ لیکن درحقیقت ایسا نتیجہ نکالنے کے لئے اس آیت میں گنجائش نہیں ہے۔ اگر صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا گیا ہوتا کہ تم 'عورتوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے' تو یہ نتیجہ نکالا جا سکتا تھا، مگر اس کے بعد ہی جو یہ فرمایا گیا کہ 'لہذا ایک بیوی کی طرف بالکل نہ جھک پڑو' اس فقرے نے کوئی موقع اس مطلب کے لئے باقی نہیں چھوڑا جو مسیحی یورپ کی تقلید کرنے والے حضرات اس سے نکالنا چاہتے ہیں۔''(۵۷)

بیویوں کے درمیان تمام معاملات میں عدل ایک الگ مسئلہ جس سے انحراف کیا ہی نہیں جا سکتا۔ البتہ بعض بیویوں کے حسن و کردار اور سیرت سے متاثر ہو کر ان کی طرف قلبی جھکاؤ کا بڑھ جانا دوسری بات ہے۔ یہ نہ ظلم ہے اور نہ عدل کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں شریعت نے کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔ کیوں کہ قلب اور طبیعت پر کسی کو اختیار نہیں ہوا کرتا۔ اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتا جو انسان کی استطاعت اور طاقت سے باہر ہو۔(۵۸) دونوں آیتوں میں وارد عدل کی مزید تشریح مفتی محمد شفیع عثمانی اس طرح کرتے ہیں:

''شروع سورہ نساء کی آیت نے یہ حکم دیا کہ اگر چند بیویوں میں مساوات نہ کر سکو تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو۔ دوسرا نکاح نہ کرو۔ اس دوسری آیت نے یہ بتلا دیا کہ دو بیویوں میں مساوات ممکن ہی نہیں۔ اس لئے

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نتیجہ یہ نکل آیا کہ دو بیویوں کو نکاح میں رکھنا ہی جائز نہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے خود ان دونوں آیتوں کے اندر اس غلط فہمی کے ازالہ کا سامان رکھ دیا ہے۔ دوسری آیت کا قرینہ ابھی گزر چکا ہے کہ 'فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ' کے الفاظ ہیں اور پہلی آیت میں ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ اس میں بطور شرط یہ فرمایا کہ اگر تمہیں خطرہ ہو۔ یہ لفظ کھلا ہوا قرینہ ہے کہ دو بیویوں میں عدل و برابری ناممکن یا اختیار سے خارج نہیں ہے۔ ورنہ اس طویل عبارت اور پھر وہ بھی دو آیتوں میں کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔''(۵۹)

اسے اس طرح سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک والدین کی کئی اولادیں ہوتی ہیں۔ وہ سب کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت ایک ہی طرح سے کرتے ہیں۔ کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے۔ البتہ ان میں سے کسی ایک کو چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی بہت چاہتے ہیں۔ اپنے بہت سے معاملات میں اس سے صلاح و مشورہ کرتے ہیں اور اس کو اپنے دل کی بات بتا دیتے ہیں۔ تو کیا یہ ظلم ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام کو کئی بیٹے تھے، مگر انہیں سب سے زیادہ پیار حضرت یوسف علیہ السلام سے تھا۔ کیا ان کا یہ طرز عمل عدل و انصاف کے منافی تھا؟ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بیویوں میں پورا پورا عدل فرماتے تھے، مگر حضرت عائشہ تمام بیویوں میں سب سے زیادہ عزیز تھیں۔

ان وعدہ و وعید اور سخت حدود و قیود کے بعد بھی جو لوگ متعدد شادیاں کرتے ہیں اور ان کے بنیادی حقوق و مراعات میں عدل نہیں کرتے، وہ بہر حال غلط ہے اور یہ ان کا ذاتی عمل ہے۔ اس کا اسلامی قانون سے کوئی تعلق نہیں۔ ظلم تعدد کی صورت ہی میں ہوتا ہے، یہ بات یقین سے کون کہہ سکتا ہے؟ اگر بیویوں پر ظلم کرنا مرد کی عادت ہے، تو وہ پہلی بیوی پر بھی ظلم کرتا ہوگا۔ دوسری اور تیسری شادی تو اس ظلم کا نکتہ انتہا ہے۔ اس لئے اس ظلم کو تعدد کے حوالے سے جوڑا ہی نہیں جاسکتا۔ اسلام نے پہلے ہی تعدد کو مشروط کر دیا ہے عدل پر۔(۶۰)

جو آدمی ایک سے زائد بیویاں اپنے نکاح میں رکھتے ہیں اور وہ انصاف کے اصولوں پر بھی عمل کرتے ہیں، ان سے معلوم کیا جائے کہ بیویوں کے درمیان اعتدال اور توازن برقرار رکھنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے۔ اس کے اہتمام میں چند ایک چھوڑ کر مسلمانوں نے اس میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ بعض لوگوں نے تو عدل و انصاف کی ایسی مثال قائم کی ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ زندگی میں تو عدل کے دامن کو کبھی چھوڑا ہی نہیں، بیویوں کے انتقال کے بعد بھی ان کی بابت عدل کرتے تھے۔ ان کی بھولی بسری یادوں میں بھی ترتیب کو ملحوظ رکھتے تھے۔ صحابی رسول حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے کہ ان کی دو بیویاں تھیں، طاعون کی وبا میں دونوں ایک ساتھ انتقال ہو گیا۔ جب ان کی تدفین کی باری آئی تو کافی دیر تک وہ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہے کہ ان میں سے پہلے کس کو دفن کیا جائے۔ یہاں تک کہ انہوں نے قرعہ اندازی سے کام لیا۔(۶۱) اس میں شک نہیں کہ چند لوگ تعدد کی اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی تعداد کتنی ہے۔ پھر ان گنے چنے لوگوں کی وجہ سے شریعت کے حکم کو بدلا نہیں جاسکتا۔ علامہ شاطبی کے بقول: منافع کہاں ہے اور نقصان کس میں ہے، اس کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ جس میں انسانیت کا بھلا زیادہ ہے اس کو ترجیح دیا جائے گا۔(۶۲)

چار بیویوں کے اجتماع پر علماءِ اسلام کا اجماع:

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کے رکھنے کا مزاج رہا ہے۔ یہی شریعت اسلامی کا حکم بھی ہے۔ تاریخ اور فقہ اسلامی کا بغور مطالعہ کیا جائے، اس بات کا کہیں ثبوت نہیں ملے گا کہ کسی

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

فقیہ یا عالم نے ایک سے زائد بیویوں کے اجتماع کو شریعت کے منافی قرار دیا ہو۔ اگر اس میں کسی طرح کی بھی ظلم وزیادتی ہوتی تو اس پر علماءِ اسلام اور فقہاءِ کرام کا اجماع ہرگز نہ ہوتا۔ محمد الغزالی لکھتے ہیں اس پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ جتنے بھی بڑے بڑے انبیاء اور صلحا کی جماعت گزری ہے سبھوں نے ایک یا اس سے زائد شادیاں کی ہیں۔(۶۳) امام شمس الدین سرخسی فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہے اور ان کے بعد آج تک ثابت نہیں ہے کہ کسی نے چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں جمع کیا ہو۔(۶۴) امام خازن: کے بقول امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ چار عورتوں سے زائد کو اپنے نکاح میں رکھے۔(۶۵) امام قرطبی لکھتے ہیں کہ جو اقوال وآرا چار سے زائد نکاح کے بارے میں ہیں وہ تمام لغت عرب وسنت سے لاعلمی کی وجہ سے ہیں اور اجماع امت کے مخالف ہیں، کیوں کہ نہ کسی صحابی سے سنا گیا اور نہ کسی تابعی سے کہ اس نے اپنے حرم میں چار سے زائد بیویاں جمع کی ہوں۔(۶۶) حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ: صحیح بخاری میں ایک باب ہے (باب لاتزوج اکثر من اربع) کہ کوئی چار سے زائد بیویاں نہیں رکھ سکتا۔ لیکن عنوان کا حکم بالا جماع ثابت ہے۔ مگر رافضی وغیرہ کہ جن کے اقوال کسی شمار میں نہیں ہیں۔(۶۷) ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے اور ہم نہیں جانتے کہ کسی نے اس کی مخالفت کی ہو۔ الا یہ کہ جو کچھ قاسم بن ابراہیم سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے نو کی اجازت دی ہے، اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان (فانکحو اماطاب لکم......) اس میں دو اور تین اور چار (کل نو ہوئے) واؤ جمع کے لئے ہے اور اس وجہ سے بھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو نو بیویاں تھیں، مگر یہ قول ودلیل کوئی حیثیت نہیں رکھتے کیوں کہ یہ اجماع کے مخالف اور خلاف سنت ہیں۔(۶۸) سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں کہ اس بات پر فقہاءِ امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کی رو سے تعدد ازواج کو محدود کیا گیا ہے اور بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے سے ممنوع کر دیا گیا ہے۔(۶۹)

تعدد ازواج کو چار ہی پر محدود کرنے کی وجوہات:

عدل وانصاف کو بروئے کار لانے کے بعد کوئی بھی مسلمان بیک وقت چار بیویوں کو ہی اپنے نکاح میں رکھنے کا مجاز ہوگا۔ اس سے زائد رکھتا ہے تو وہ شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ سراسر حرام کاری پر مبنی ہے اور یہ مسلم معاشرہ کے لئے بھی نقصان کا باعث ہے۔ یہ ایک ایسا عدد ہے جو اپنے اندر انصاف اور خیر وفلاح کا پہلو لئے ہوا ہے۔ اس سے کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی ہے۔ اس سے زائد میں انصاف ممکن ہی نہیں، ورنہ شریعت اس کی اجازت ضرور دیتی۔(۷۰) امام ابن قیم لکھتے ہیں:

> ''یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت اور شریعت کا کمال ہے۔ حکمت ورحمت ومصلحت کے مطابق یہی حکم ہے۔ نکاح سے مقصد وطی کرنا، خواہش نفس کو پورا کرنا ہے۔ اب جن بعض لوگوں میں یہ خواہش زیادہ ہوتی ہے، ان کی حاجت ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی، اس کے لئے دوسری، پھر تیسری، پھر چوتھی تک بیک وقت اجازت دے دی۔ اس تعداد میں اور بھی بہت ساری حکمتیں ہیں۔ مثلاً طبع انسانی کی تعداد، ارکان طبیعت کی تعداد، سال کے موسموں کی تعداد، چوتھے روز ہر ایک کی باری آجانے کی حکمت کہ زیادہ سے زیادہ اس کا خاوند تین دن اوروں کے پاس گزارے گا پھر اس کے پاس آجائے گا۔ تین دن کی مدت جمع کی اولین مقدار ہے، جس پر

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

شارع علیہ السلام نے بہت سے احکام معلق کئے ہیں۔''(۷۱)

چار سے زائد بیویوں کی صورت میں خود شوہر کے علاوہ معاشرہ کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔(۷۲) نیز چار بیویوں سے ایک تندرست وتوانا آدمی کی جنسی ضرورت کی تکمیل کی جو صورتیں ہوں گی، اس کے متعلق حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

''آدمی جب کسی ایک عورت کو نکاح میں لائے گا تو کم ازکم یہ عورت اس کے لئے تین ماہ تک کافی ہے۔ کیوں کہ حمل کی شناخت کم ازکم تین ماہ تک مقرر ہے۔ پس اگر اس میعاد میں اس عورت کو حمل ٹھیر جائے تو ہیجان وجوش شہوت والا آدمی اگر اس عورت سے صحبت کرے گا تو جنین پر برا اثر پڑے گا۔ لہذا اس عورت کو آرام دیوے اور اس عورت سے صحبت ترک کر کے دوسری عورت کو نکاح میں لائے گا۔ اگر دوسری عورت کو بھی تین ماہ تک حمل قرار ہوجاوے تو اس سے بھی صحبت ترک کرنی پڑے گی۔ کیوں کہ اس سے اسقاط حمل کا اندیشہ ہے اور والدین کے شہوانی جوش جنین پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ یہ چھ ماہ ہوئے۔ اب تیسری عورت سے نکاح کرے گا۔ اگر تیسری عورت کو بھی حمل ہوگیا تو اب اس سے بھی اس کو صحبت ترک کرنی پڑے گی۔ یہ نو ماہ ہوگئے۔ اب پہلی عورت کا وضع حمل ہوجائے گا۔ مگر وہ تین ماہ تک قابل صحبت نہیں ہوسکتی۔ لہذا اس کو چوتھی عورت نکاح میں لانی پڑے گی۔ اب چوتھی عورت کے حمل کی شناخت بھی تین ماہ تک مقرر ہے۔ یہ ایک سال ہوا اور اس اثنا میں پہلی عورت جس کو وضع حمل سے تین ماہ گزر چکے ہیں، تعلقات زن وشوئی کے لئے تیار ہوجائے گی۔ اس طرح وضع حمل کے بعد ہر ایک نوبت بہ نوبت اس کے لئے مہیا ہوگی۔ پس یہ تعداد ہر ایک قوی الشہوت انسان کے لئے کافی اور عین قانون قدرت وفطرت کے مطابق ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ نے جو قرآن کریم میں دو دو، تین تین، چار چار تک فرمایا ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ بعض آدمیوں کے لئے ہر سال میں دو عورتیں ہی کافی ہوسکتی ہیں۔ کیوں کہ بعض عورت کے اولاد نہیں ہوتی یا دیر سے حمل ٹھیرتا ہے اور بعض کے سال میں تین ہی کافی ہوسکتی ہیں اور بعض کو چار کی ضرورت پڑتی ہے۔''(۷۳)

مرد کے قویٰ اور اس کی جسمانی ساخت وترکیب اس نوعیت کی ہے کہ اکثر مردوں کی ایک بیوی سے طبعی خواہش کی تشفی نہیں ہوتی اور کئی فطری وجوہات کی بنا پر عورت اس کی متحمل بھی نہیں ہوتی۔(۷۴) بار بار ایسے حالات سے گزرتی ہے جن میں اس کے جذبات کم زور پڑ جاتے ہیں اور بعض اوقات تو یہ حالات لمبے عرصے تک اس پر طاری رہتے ہیں۔ اس وجہ سے اسلامی معاشرہ مرد کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ چار تک بیویاں رکھے۔ یہ حق عیاشی کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ مرد اپنی جائز جنسی خواہش کی تسکین کر سکے۔ لیکن شریعت کے اس حق سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ بیویوں کے درمیان تمام معاملات میں عدل ومساوات کو ملحوظ رکھے، جہاں تک اس کے بس میں ہے۔(۷۵)

تعدد زوج کیوں نہیں؟:

یہ الگ بات ہے کچھ ممالک کے نامہذب معاشرے میں آج بھی ایک عورت کئی کئی مردوں کی شوہر ہوتی ہے، یہاں تک کہ تبت وغیرہ کے علاقوں میں ایک عورت بیک وقت باپ اور بیٹے دونوں کی بیوی ہوتی ہے۔ اگر ترقی اور تہذیب

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

اسی کا نام ہے تو لعنت ہے اس پر۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ شروع زمانے کے ہابیل وقابیل کے قصے سے لے کر آج تک کتنی مثالیں موجود ہیں جو صرف عورتوں کی خاطر بڑے بڑے جھگڑے اور فسادات ہوئے ہیں۔ کتنے قتل صرف اسی رقابت کی بنا پر ہوئے اور کتنے گھر صرف ایک عورت کے مختلف چاہنے والوں کی باہمی لڑائی کی وجہ سے اجڑ گئے ہیں۔ اگر عورت اپنے چار شوہروں کے ساتھ ہوتیں تو دنیا کا نقشہ بڑا ہی بھیانک ہوتا، حسب ونسب غارت ہوجاتا اور قتل غارت گری کا بازار گرم ہوجاتا۔(٧٦) یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو چار شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں دی گئی ہے۔ مذکورہ وجوہات کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نکاح کے ساتھ ہی عورتوں پر مردوں کے کچھ خصوصی حقوق بن جاتے ہیں، جس کی رعایت از حد ضروری ہے۔ اس میں تعدد ازدواج بھی ہے۔ امام ابن قیم لکھتے ہیں:

''عورت پردے کی چیز ہے۔ یہ گھروں میں بیٹھنے والی ہے۔ اس کا مزاج بہ نسبت مرد کے ٹھنڈا ہے۔ اس کی ظاہری اور پوشیدہ حرکت بہ نسبت مرد کے بہت کم ہے۔ مرد میں حرارت وقوت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اسے عورتوں کی زیادتی کی اجازت لازمی تھی۔ اس میں مرد کی خصوصیت اور اس کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے اور اس پر دنیا کا اجماع ہے۔ اس واسطے رسالت، نبوت، خلافت، ملک، بادشاہت، امارت مرد کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ یہی حاکم بنتا ہے۔ یہی مجاہد ہے۔ غرض اس کے کاندھوں پر وہ ہے جس سے عورت کے ضعیف کاندھے خالی ہیں۔ مرد ہی عورتوں کی ضروریات کے کفیل ہیں۔ وہی ان کے مصالح پورے کرتے ہیں۔ وہی ان کی روزی کی تلاش میں رہتے ہیں۔ وہی خشکی تری چھانتے ہیں۔ سرد گرم جھیلتے ہیں۔ بلائیں اور مشقتیں اٹھاتے ہیں اور گھر بیٹھے اس صنف نازک کی ناز برداریاں کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شکور ہے، حلیم ہے۔، ان کی یہ محنتیں، ان کے یہ احسانات رائیگاں کیسے جاتے؟ اس لئے انہیں ان کی ان سخت محنتوں کے معاوضے میں یہ حق دیا گیا کہ یہ ایک چھوڑ چار چار بیویاں اپنے نکاح میں رکھیں، تاکہ گھر کی راحتیں انہیں بہترین طور پر حاصل ہوسکیں۔ یہاں آ کر اپنی بیوی میں بیٹھ کر دو گھڑی اپنا غم غلط (بانٹ) سکیں۔ عورتوں کو اس میں اس کے سوا کوئی تکلیف نہیں کہ جب تک خوگر نہ ہوئی ہوں انہیں غیرت آئے۔ فرض کیجئے یہ ان کے لئے باعث تکلیف ہے تو کیا اس کے مقابلے میں خاوند کی وہ تکلیفیں جو خون پسینے کو ایک کر دینے والی ہیں، کیا چشم پوشی کے لائق ہیں۔ بس سراسر عدل وانصاف، حکمت ومصلحت اسی حکم میں ہے جو ہماری شریعت میں ہے۔''(٧٧)

یہ بات اپنے آپ میں بے تکی اور بے ڈھنگی ہے کہ عورت ایک ہی وقت میں چار مردوں کی بیوی بن کر رہے۔ مرد تعدد ازوجہ کو برداشت کرسکتا ہے مگر عورت کئی شوہر کو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کرسکتی۔ نیز اس سے بہت سارے سماجی مسائل بھی پیدا ہوں گے۔(٧٨) اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔

مغربی ممالک میں لوگوں کا نسب ایک معمہ:

تعدد شوہری کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ دنیا میں کسی کا نسب محفوظ نہیں رہے گا۔ جب کہ نسب کی حفاظت کو ہر زمانے اور ہر معاشرے میں اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس سے آدمی کی عزت اور ذلت اور اس کے وقار ومعیار کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اسلام نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ حدیث نبوی میں نسب کی حفاظت، نیز اس کو جاننے اور سیکھنے کے واضح اشارات

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

موجود ہیں۔قرآن مجید میں بھی اس کی اہمیت اور ضرورت کو ظاہر کیا گیا ہے۔(الاحزاب:۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے ایک سے زائد شوہر نہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے نسب نامے کی مشابہت کا خطرہ ہے۔(۷۹)

مغربی ممالک میں جہاں نکاح کو محدود کر دیا گیا اور عورتوں کو کھلی آزادی دے دی گئی وہاں بالعموم لوگوں/ بچوں کا نسب خلط ملط ہو کر رہ گیا ہے۔(۸۰) زمانہ جاہلیت میں عرب کے معاشرہ میں اگر کئی عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات کے شواہد ملتے ہیں تو وہاں اس بات کا بھی التزام تھا کہ ایسی عورت سے جو بچہ ہوگا، اس کا کوئی نہ کوئی وارث اور پرورش کرنے والا ضرور ہوگا۔اپنے اندازے کے مطابق عورت سب کے سامنے میں طے کرتی کہ فلاں آدمی اس بچہ کا باپ ہے۔جسے تسلیم کیا جاتا تھا اور اس بچے کی ذمہ داری قبول کی جاتی تھی۔اشتباہ کی صورتوں میں قیافہ شناس باپ کا تعین کرتے تھے۔(۸۱)

مغرب میں ناجائز تعلقات کی وجہ سے جو بچے پیدا ہوتے ہیں، ان کے باپوں کا پتہ لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ذمہ داری قبول کرنے کی بات تو دور کی ہے۔اس کے برعکس اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ کسی بھی مرد کو کسی بھی عورت کے ساتھ جنسی تعلق کی اس وقت تک اجازت نہیں دیتا جب تک کہ وہ اس عورت کے مالی اخراجات اور جنسی تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش اور اخراجات کی ذمہ داری باقائدہ طور پر قبول نہ کرے۔اسلام مغرب کے موجودہ فلسفہ اور کلچر کی طرح جنسی تعلقات کو اس طرح آزاد نہیں چھوڑتا کہ مرد تو اپنا جنسی تقاضا پورا کر کے چلتا بنے اور عورت اس کے نتائج بھگتنے کے لئے تنہا رہ جائے۔(۸۲)

ترقی اور آزادی نسواں کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ عورت اپنی نسوانیت کو کھو دے۔عورت کی اصل پونجی اس کی عفت وعصمت ہے۔معاشرہ میں جو عورت سب سے زیادہ پاک دامن ہوتی ہے، وہ بہرحال تحسین کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور اس کو بھی اپنی پاک دامنی پر فخر ہوتا ہے۔مگر جب وہ اپنی عزت وعصمت کو ناسمجھی یا لوگوں کے بہکانے کی بنا پر کھو دیتی ہے اور ناجائز طریقہ اختیار کر کے غیر مرد کی باہوں میں چلی جاتی ہے تو چند دنوں کے لئے وہ خوابوں وخیالوں کی دنیا میں مسرور ومگن تو ہو سکتی ہے، مگر دائمی راحت وسکون حاصل نہیں ہو سکتا۔اس کے بعد اسے اپنے کرتوتوں کا کڑوا پھل ضرور ملتا ہے، جس کی تلخی سے وہ زندگی بھر جوجھتی رہتی اور اپنے ناجائز بچہ کو گلے کا تعویذ بنائے لئے پھرتی ہے۔نہیں تو پھر خود ہی اپنے اگائے ہوئے پھل کو کاٹ کھاتی ہے۔وہ جانتی ہے کہ اس ناجائز بچہ کو قبول کرنے کے لئے اس کا کوئی یارانہ کام نہیں دے گا۔اگر ذمہ داری سے راہ فرار نہ ہوتا تو مغربی ممالک میں تعدد ازدواج کو ممنوع ہی نہ کیا جاتا۔(۸۳) اس کی وجہ معاشرہ کو اور خود عورت کو جو نقصان ہوا ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور لیڈی 'کوک' رسالہ 'ایلو' میں لکھتی ہیں:

> ''جس قدر مخلوط محفلوں کا رواج ہوگا حرامی بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔عورت کے لئے اس سے بڑی آزمائش کیا ہو سکتی ہے کہ جو آدمی اس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرتا ہے، بچے کی پیدائش پر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ بے چاری فقر وفاقہ اور تکالیف برداشت کرتی ہے اور ذلت وحقارت اور ظلم وستم کے مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر موت کے دروازے تک پہنچتی ہے۔جہاں تک فقر وفاقہ کا تعلق ہے تو چوں کہ وہ حاملہ ہوتی ہے، لہذا بچے کا بوجھ سر درد اور گرمی وغیرہ اس کے کمانے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔جہاں تک مشقت

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

وتکلیف کا معاملہ ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ عورت معاشرے کی نگاہوں میں رذیل بن جاتی ہے اور اس تردد میں مبتلا ہو جاتی ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ کیا کرے۔ جہاں تک ذلت ورسوائی کی بات ہے تو اس سے زیادہ ذلت اور کیا ہوگی؟ اور جہاں تک موت کا تعلق ہے تو ایسی عورت خودکشی کے مشکل ترین راستے اختیار کرتی ہے۔ یہ اس عورت کا حال ہے اور مرد ان تمام چیزوں سے لاتعلق ہوتا ہے۔ اب ہمیں ان باتوں کی تحقیق کرنی چاہیے اور ایسا حل تلاش کرنا چاہیے جو ان مصائب کو بالکل ختم نہ سہی کم از کم کردے جن کی وجہ سے آج مغربی معاشرت ذلت ورسوائی کی طرف جا رہا ہے۔ آج ہم ایسے راستے اختیار کریں جن کے ذریعہ ہم ان ہزاروں معصوم بچوں کو قتل ہونے سے بچا سکیں جن کا گناہ نہیں ہے۔" (۸۴)

تعدد ازواج آبادی میں اضافہ کا سبب نہیں:

تعدد ازواج کے حوالے سے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ مسلمان اس پر بہ کثرت عمل کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی رو سے کثرت تولید فضیلت کا باعث ہے۔ (۸۵) یہی وجہ ہے کہ آبادی میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے، جس سے دنیا بھر میں گوناگوں مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ کیوں کہ اللہ کی زمین تنگ ہے اور دنیا میں انسان کی آبادی ویسے بھی زیادہ ہے۔ نظام ارض اور مملکت کی سلامتی کے لئے اس پر پابندی ضروری ہے۔ اگر ممانعت کی یہی وجہ ہے تو یہ لایعنی بات ہے۔ دراصل یہ ٹوٹے، اجڑے اور مرجھائے ہوئے دلوں میں خوشی ومسرت بھرنے والا عمل ہے۔ غزوہ احد کے تناظر میں ہی دیکھا جائے کہ اس جنگ میں صحابہ کرام کی بڑی تعداد شہید ہوگئی۔ اسلام نے یک لخت اور منٹوں میں اس سماجی ومعاشرتی مسئلہ کا حل پیش کردیا۔ ان بیواؤں سے شادی کرنے کے بعد مدینہ کی آبادی میں کتنا اضافہ ہوا؟ تعدد ازواج ایک نازک سماجی مسئلہ کا حل ہے، نہ کہ آبادی میں اضافے کا ترجیحی ذریعہ۔ شریعت اسلامی میں مصلحت کو اہمیت حاصل ہے نہ کہ منافع کو۔ جب مصلحت درست ہوگی تو لامحالہ نفع بھی بہتر ہوگا۔

ہندوستان میں مسلمان بڑی تعداد میں ہیں۔ شریعت کی رو سے یہ تعدد ازواج پر عمل کرنے کے مجاز بھی ہیں۔ اس لحاظ سے یہاں بچوں کی ولادت بہت زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہاں خواتین کا تناسب اتنا نہیں ہے کہ ہر مسلم مرد کو ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرنے کی نوبت آئے۔ کیوں کہ اسقاط حمل کی وارداتیں بہ کثرت ہوتی ہیں۔ رحم مادر ہی میں بچیوں کی شناخت کرکے اسقاط کرا دیا جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق یہاں ہر سال دس لاکھ بچیوں کی شناخت کرنے کے بعد اسقاط کرا دیا جاتا ہے۔ (۸۶) ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کی رو سے ہر ہزار مسلم خواتین کے لئے ۱۰۶۸ مسلم مرد ہیں اور ہر ہزار ہندو خواتین کے لئے ۱۰۷۲ ہندو مرد ہیں۔ (۸۷) سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندو جو صرف ایک شادی کے قائل ہیں اور اسقاط حمل بھی زیادہ کراتے ہیں، ان کا تناسب مسلمانوں سے آگے کیسے بڑھ گیا؟

دراصل تعدد ازواج کی اجازت کے اسلامی اصولوں سے دنیا کے غیر مسلم بالخصوص مغرب بہت خوف زدہ ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس عمل کے ذریعہ مسلمان جب چاہیں گے، بہ سرعت تمام اپنی آبادی میں اضافہ کرلیں گے۔ اس میں واقعی اگر تیزی ہوگئی تو کہیں ہم اقلیت اور مسلمان دنیا کی اکثریت نہ بن جائیں۔ اس لئے اب وہ یک زوجگی اور قلت اولاد کا اصول وقانون بنا کر مسلمانوں کو بھی اس کا پابند بنانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے وہ میڈیا کے ذریعے مختلف طریقوں سے فضا بھی

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

ہم وار کرتا رہتا ہے۔ نادان، بے چارے، سیدھے سادے مسلمان اس کے جھانسے میں آجاتے ہیں۔ بلکہ اس کی تقلید کو فخر سمجھتے ہیں۔معلوم ہونا چاہیے کہ اگر ہندوستانی مسلمان جو صاحب ثروت ودولت ہیں، سب ایسا کرنے لگیں تو صرف پچاس سالوں میں یہاں کے مسلمان جو اس وقت اقلیت میں ہیں، بغیر کسی تبلیغ اور جدال وقتال کے اکثریت میں تبدیل ہوجائیں گے اور یہاں کا نقشہ بدل جائے گا۔(۸۸) موجودہ برسر اقتدار حکومت کے غیر سنجیدہ اور متعصب لوگوں نے اب اپنا طرز عمل ہی بدل دیا ہے اور اپنے دین ومذہب اور ملکی قانون سے بغاوت کرکے زیادتی اولاد کی وکالت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔اس آرزو اور تمنا کی تکمیل کے لئے انہیں تعدد زواج پر عمل کرنے کی نوبت بھی آسکتی ہے۔اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی فطری اور آفاقی تعلیمات ان کے دلوں میں اثر کرنا شروع کردیا ہے۔ایسا ہو بھی کیوں نہ اسلام غالب ہونے کے لئے آیا ہے مغلوب ہونے کے لئے نہیں۔

تعدد زواج کی ممانعت سے حق تلفی ہوتی ہے:

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تعدد زواج سے عورتوں کی عزت نفس اور اس کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔غلط ہے۔ بلکہ جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ ان کے حقوق اور ان کی ضرورتوں پر شب خون مارتے ہیں۔اس طرح وہ ان کو غلط پیغام دیتے ہیں اور انہیں اس کی مخالفت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں بیش تر عورتیں ناگزیر صورت میں کسی بھی مرد کی دوسری بیوی بننے کے لئے ہر وقت اور بلا رکاوٹ آمادہ رہتی ہے اور رہے گی۔انہیں معلوم ہے کہ جب تک ان کو کسی مرد کا سہارا نہیں ملے گا، چاہے پہلی بیوی کی صورت میں ہو یا دوسری بیوی کی، سماج میں اس کو وقار نہیں ملے گا اور اسی غم میں وہ تنہا گھٹ گھٹ کر مرتی رہے گی۔ چنانچہ ایک پڑھی لکھی خاتون لکھتی ہیں:

> ''تعدد زواج کے سلسلے میں نادانستہ جتنے اعتراض عورتوں کی زبان سے ہوتے ہیں، یہ درحقیقت مردوں کے اعتراض ہیں جو عورتوں کی زبان سے ہوتے ہیں۔عورتیں طوطی کی طرح رٹ کر ہر جگہ اس راگ کو الاپتی رہتی ہیں۔(گویا یہ عورتوں کی بے وقوفی اور مردوں کی عقل مندی ہے) کیوں کہ درحقیقت مرد مختلف شبہات پیدا کرکے شادی سے روکتے ہیں کیوں کہ اس قانون سے انہیں کو نقصان ہے،عورتوں کو کوئی نقصان نہیں ہے اور مرد یہ چاہتا ہے کہ قانونی پابندی سے بچ کر اپنی جنسی خواہش پوری کرتا رہے۔مگر نادان عورت اس بات کو نہیں سمجھ پاتی ۔اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہیں تو جنسی تعلق سے عورت کو کوئی نقصان نہیں ہے۔بس روحانی طور پر عورت کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میرے شوہر کی دوسری بیوی بھی ہے۔لیکن یہ روحانی تکلیف بھی حقیقی چیز نہیں ہے، بلکہ مردوں کی سمجھائی ہوئی بات ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ زمانہ سابق میں لوگوں کی کئی بیویاں ہوتی تھیں۔اب بھی ایسی مثالیں مل جائیں گی کہ ایک گھر میں دو تین بیویاں مل کر زندگی بسر کرتی ہیں اور کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔لیکن مردوں کے بہکانے میں آکر اب ان کو بھی تکلیف کا احساس ہونے لگا ہے۔اگر واقعتاً دوسری بیوی باعث تکلیف ہوتی تو پہلے زمانے میں یہ احساس کیوں نہیں تھا؟''(۸۹)

تعدد زواج کبھی ناگزیر ضرورت بن جاتی ہے:

یک زوجگی ہر معاشرہ کا عمومی مزاج ہے۔کثیر زوجگی پر عمل بہ شکل مجبوری کی جاتی ہیں۔ عام طور پر مرد عورتوں سے

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

زیادہ میلان رکھتا ہے۔ بعض لوگوں کی ضرورت کی تکمیل ایک بیوی سے نہیں ہوتی۔ ہر عورت اتنی توانا اور تندرست نہیں ہوتی کہ وہ شوہر کی خواہش کی تکمیل بار بار اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کر سکے۔ مہینے کے کچھ دنوں میں وہ اس قابل نہیں رہتی کہ شوہر اس سے جسمانی تعلق قائم کرے۔ ایام حمل میں ان سے ملنا زچہ اور بچہ دونوں کے لئے پریشانی کا باعث ہوسکتا ہے۔ ولادت کے بعد ایک خاص مدت تک وہ شوہر کے لئے قابل انتفاع نہیں رہتی۔ کئی وجوہات کی بنا پر مرد رضاعت کے دنوں میں بیوی سے مطمئن ہوکر مل نہیں سکتا۔ بعض عورتیں دائم المرض ہوتی ہیں، ان سے جنسی تعلق قائم کرنے میں اس کی جان کی ہلاکت کا اندیشہ رہتا ہے۔ کچھ عورتیں کسی بھی وجہ سے بچہ جننے کے قابل نہیں ہوتیں۔ بعض عورتیں سخت اور تلون مزاج ہوتی ہیں، وہ وظیفہ زوجیت کے لئے تیار نہیں ہوتیں، ناک بھوں چڑھاتی ہیں۔ کبھی اچھے رشتے کا فقدان ہوتا ہے جب کہ اس کے بالمقابل شادی شدہ آدمی سامنے ہوتا ہے۔ عورتیں بالعموم ۵۰ سالوں تک ہی بچہ جننے کے لائق ہوتی ہے، جب کہ مرد کو مزید بچے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہت سی عورتیں کسی بھی سبب سے بہت جلد بیوہ یا مطلقہ ہوجاتی ہیں۔ ان کو عزت بخشنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ان کو آباد کیا جائے۔(۹۰)

مذکورۃ الصورت میں صرف اس بات کو سامنے رکھ کر ہی فیصلہ کیا جائے کہ جو عورت کسی بھی پریشانی کی وجہ سے بچہ جننے کی پوزیشن میں نہیں ہے، کیا اسے طلاق دے کر جدا کر دینا اچھی بات ہوگی، یا یہ کہ مرد دوسری شادی کر کے اپنے اندھیرے گھر میں روشنی پھیلائے۔ جس عورت نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو شوہر کے گھر میں گزار دیا ہو، اس کے رنج وغم، خوشی ومسرت میں برابر کی شریک رہی ہو، کیا حق وانصاف کا تقاضا ہے کہ شوہر تندرستی کے دنوں میں تو اسے شریک زندگی بنائے رکھے، لیکن بیمار ہونے کے بعد اس کو علیحدہ کر دے؟ یا اگر کوئی معذور عورت کو یہ مشورہ دیے کہ چوں کہ تمہارے اس عذر کی وجہ سے تمہارا شوہر چاہتا ہے کہ تم پر ایک دوسری بیوی لے آئے، لہٰذا تم یا تو اپنے حقوق اور آزادی کے زور پر اس سے طلاق لے لو، یا پھر اسے ایسا کرنے سے روک دو۔ اس وقت بالعموم عورتیں ایسا مشورہ دینے والے کے منھ پر تھوکیں گی اور ان مشیران کرم پر لعنت بھیجیں گی جو ان کے بسے بسائے گھر کو برباد کرنے پر تلے ہیں اور جن کے عوض انہیں کچھ ہاتھ نہ آئے۔(۹۱)

مرد زیادہ اموات کے شکار ہوتے ہیں:

شادی کے ساتھ ہی عورت شوہر کی کفالت میں آجاتی ہے اور خدانہ خواستہ وہ بیوہ ہوگئی تو اسے اپنے بچوں کی سرپرستی حاصل ہوجاتی ہے۔ کسی بھی صورت میں وہ بے یار و مددگار نہیں ہوتی اور نہ کبھی ان پر مالی ذمہ داریوں کا بوجھ پڑتا ہے۔ اس لئے وہ زمانے کے حوادث کا شکار کم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس شادی کرتے ہی مرد کے کندھوں پر ڈھیر ساری ذمہ داریاں آجاتی ہے۔ جس کو انجام دینے کے لئے اسے دنیا کی گہما گہمیوں میں حصہ لینا پڑتا ہے اور بعض وقت تو اسے جان بوجھ کر خطرات میں کودنا پڑتا ہے۔ کبھی وہ پردیش کی زندگی اختیا کرتا ہے۔ کبھی ملکی قانون انہیں وطن سے دور جانے کا حکم دیتا ہے۔ ان صورتوں میں مرد کے ساتھ ہلاکت جان کا خدشہ ہر وقت لگا رہتا ہے۔ نیز دنیا میں جو جنگیں ہوتی ہیں ان میں بالعموم مردوں کی اموات زیادہ ہوتی ہیں۔ گویا کہ موت کا خطرہ عمر کے ہر مرحلہ میں عورتوں کے لئے کم پایا گیا ہے اور مردوں کے لئے زیادہ ہے۔

لڑائی کا سلسلہ شروع سے اس روئے زمین پر جاری رہا ہے۔ مہا بھارت کی جنگ اسی زمین پر لڑی گئی۔ جس میں مرد بڑی بھاری تعداد میں تیر وتفنن اور تلوار ونیزوں کی نذر ہوئے۔ پچھلی صدیوں میں یورپ کے اندر کئی بڑی جنگیں ہوئیں ان میں بڑی تعداد میں انسانی جان کی ہلاکت کا سانحہ پیش آیا۔ پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) میں کم وبیش ۸۰ لاکھ

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

اوردوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹-۱۹۴۵ء) میں ۶۰۰۰۰۰۰۰ افراد ہلاک یا زندگی بھر کے لئے جسمانی طور پر معذور ہو گئے۔اسی طرح ایران عراق جنگ (۱۹۷۹-۱۹۸۸ء) میں ۸۲ ہزار ایرانی اور ایک لاکھ عراقی عورتیں بیوہ ہوئیں۔(۹۲) یہ صورت حال تو بڑی جنگوں کی ہے۔ پوری دنیا میں چھوٹی بڑی جنگیں اور لڑائیاں مسلسل ہوتی رہتی ہیں۔ان میں کتنی بڑی تعداد میں ہلاکت ہوتی ہیں،اس کی خبر آئے دن میڈیا میں گونجتی رہتی ہے۔حالیہ برسوں میں عراق،افغان اور لیبیا کی تباہی و بربادی ہوئی ہے۔سیریا،شام اور مصر کی جوصورت حال ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہزار ہا افراد کی اموات آئے دن ہوتی رہتی ہیں۔ان میں مرنے والے زیادہ تر مرد ہی ہوتے ہیں۔

حادثات میں مردوں کی ہلاکت:

عصر حاصر میں حادثاتی اموات روز مرہ کا معمول بن گئی ہیں۔سڑک حادثے، ہوائی حادثے، کارخانوں اور فیکٹریوں کے حادثے، مشینی حادثے اور نہ معلوم کون کون سے حادثے تمام ممالک میں ہر وقت ہوتے رہتے ہیں۔ان میں بھی مردوں کی اموات زیادہ ہوتی ہیں۔۱۹۶۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق اس ایک سال میں ۵۰ ملکوں کے اندر مجموعی طور پر ۱۷۵۰۰۰ حادثاتی اموات ہوئیں۔ان میں مرنے والے زیادہ تر مرد ہی تھے۔(۹۳) خود ہمارے ملک ہندوستان میں ۲۰۰۹ء میں سڑک حادثات میں ۱۳۶۰۰۰ افراد جاں بحق ہوئے۔ان میں ۷۷ فی صد مرد اور ۲۳ فی صد خواتین تھیں۔(۹۴) اسی طرح کارخانوں کے حادثے، عمارتوں کے انہدام کے نتیجے میں پوری دنیا میں جو ہلاکت ہوتی ہیں ان میں زیادہ مرد ہی ہوتے ہیں۔

جرائم کے تحت مردوں کو قید و بند کی سزائیں:

پوری دنیا میں جرائم کی وارداتیں بھی بہ کثرت ہوتی رہتی ہیں۔ان کو انجام دینے والے زیادہ تر مرد ہی ہوتے ہیں۔ملکی قانون کے مطابق گرفتار کئے جانے کی صورت میں انہیں مختصر یا طویل مدت کے لئے جیل میں بند کر دیا جاتا ہے اور اگر جرم ثابت ہو جاتا ہے تو اسے عمر بھر کے لئے قید کر دیا جاتا ہے یا پھانسی دے دی جاتی ہے۔ایک اندازے کے مطابق امریکہ میں ہر روز تقریباً ۱۳ لاکھ افراد کسی نہ کسی جرم میں پکڑے جاتے ہیں، ان میں بڑی تعداد وہ ہے جو لمبی مدت کے لئے جیل میں بھیجے جاتے ہیں۔ان سزا یافتہ قیدیوں میں ۹۷ فیصد مرد ہوتے ہیں۔۲۰۰۹ء میں امریکہ کے اندر جیلوں میں قیدیوں کی تعداد ۱۶۱۲۷۴۰ تھی۔ان میں مرد قیدیوں کی تعداد ۱۴۸۴۶۴۱، جب کہ خواتین قیدیوں کی تعداد ۱۲۹۰۹۹ تھی۔اس طرح مرد قیدیوں کا تناسب ۹۲ فی صد اور خواتین قیدیوں کا تناسب آٹھ فی صد بنتا ہے۔(۹۵)

فطری اموات کی شرح بھی مردوں میں زیادہ ہے:

ولادت کے بعد کم سنی میں لڑکیوں کی بہ نسبت لڑکے زیادہ اموات کے شکار ہوتے ہیں۔ایک بچی میں بچہ کے مقابلے جراثیم اور بیماریوں سے لڑنے کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔اسی لئے چھوٹے بچوں کی شرح اموات چھوٹی بچیوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہیں۔(۹۶) شماریات سے پتا چلتا ہے کہ بچپن سے لے کر آغاز شباب تک مردوں میں شرح اموات عورتوں کی نسبت بلند ہوتی ہے۔ یہ حقیقت معاشرے میں مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد زیادہ ہونے کا ایک بہت بڑا فرق ہے۔(۹۷)

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

حواشی اورحوالہ جات

۱۔ زوجات النبیؐ کے بارے میں مستشرقین نے جواعتراضات کئے ہیں،اس کے تفصیلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ کریں راقم الحروف کی کتاب 'سیرت نبویؐ پراعتراضات کا جائزہ'، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز،نئی دہلی،۲۰۰۳ء، باب تعدداز دواج۔

۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: غلام احمد پرویز، قرآنی قوانین، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور، پاکستان، ۵۷-۵۸۔

۳۔ عہد نامہ قدیم (بائبل) کتاب پیدائش، باب:۴، درس:۱۹۔

۴۔ عہد نامہ قدیم (بائبل) کتاب پیدائش، باب:۲۱، درس:۱۔ باب:۲۵، درس:۱۔

۵۔ حافظ عمادالدین ابوالفدا اسمٰعیل ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) دارالاشاعت کراچی، پاکستان، ۲۰۰۸ء، ۱/ ۲۲۶-۲۲۷۔

۶۔ عہد نامہ قدیم (بائبل) کتاب پیدائش، باب:۹، درس:۱۔

۷۔ عہد نامہ قدیم (بائبل) کتاب سلاطین، باب:۱-۲سموئیل: باب:۱۹-۱۱۱ور باب:۲۷۔

۸۔ علی بن محمد الخازن، تفسیر الخازن، دارالکتب العربیہ، پشاور، پاکستان،......۳۵/۴، آیات:۳۸-۴۳، سورہ ص ۔

۹۔ عہد نامہ قدیم (بائبل) کتاب سلاطین، باب:۱۱، درس۱-۳، نیز دیکھئے: ڈاکٹر الشیخ مصطفٰی السبائی، المراۃ بین الفقہ والقانون، دارالوراق للنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۹ء، ص۷۹۔

۱۰۔ عہد نامہ قدیم (بائبل) کتاب خروج، باب:۲، درس:۲۲۔ گنتی: باب:۱۲، درس:۱۔ استثنا، باب۲۱، درس:۱۰-۱۳۔

۱۱۔ انجیل متی، باب:۲۵، درس:۱-۱۲۔

۱۲۔ المراۃ بین الفقہ والقانون، ص۶۰-۶۶۔

۱۳۔ سید حامد محسن، غلط فہمیاں-اسلام کے متعلق شرانگیز بدگمانیوں کا ازالہ (Islam Facts vs Fictions) سلام سینٹر، بنگلور، ۲۰۰۳ء، ص۱۸۲-۱۸۳۔

۱۴۔ المراۃ بین الفقہ والقانون، ص۶۰۔

۱۵۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، مرکز الحرمین اسلامی، فیصل آباد پاکستان، ۲۰۰۷ء، ۲/ ۳۷۸-۳۷۹۔

۱۶۔ غلط فہمیاں، ص۱۸۵۔

۱۷۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر ۱۹۸۷ء، تعدداز دواج پرایک تحقیقی نظر، ص۶-۷۔

۱۸۔ ابوالریحان محمد البیرونی، فی تحقیق ماللہند، مطبوعہ حیدرآباد، ۱۳۷۷ھ، ص۴۶۹-۴۷۰۔

۱۹۔ Pakistan Journal 0f Islamic research, 2012, Vol:11, p.49 مضمون: اسلام اور دیگر مذاہب ومعاشرہ میں تعدداز واج، مقالہ نگاران: حافظ شبیر احمد جامعی، محمد شفیق انجم، محمد الیاس۔

۲۰۔ المراۃ بین الفقہ والقانون، ص۶۰-۶۵۔ ۲۱۔ ایضا، ص۶۰۔

۲۲۔ The New Encyclopedia Britannica, William Benton Publisher, CHicago/ London/ Torento/ Genva/ Sydnay/Tokyo/Manila,15 Edition, Vol: VIII, p.97

۲۳۔ مولانا سید حامد علی، تعدداز دواج، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دہلی، ۲۰۰۳ء، ص۳۶-۳۷۔

۲۴۔ Pakistan Journal 0f Islamic research, 2012, Vol:11, p.46 مضمون: اسلام اور دیگر مذاہب ومعاشرہ میں تعدداز واج۔ نیز دیکھئے: تعدداز دواج، ص۳۶-۳۷۔

۲۵۔ محمد الغزالی، فقہ السیرۃ (تحقیق وتخریج: محمد ناصر البانی) دارالکتب الحدیثیہ، ۱۹۶۵ء، ص۴۷۰۔

۲۶۔ تعدداز دواج، ص۲۶-۳۷۔

۲۷۔ دیکھئے: http/.www.Polygamy in Pakistan-Wikipedia, the free encyclopedia.

۲۸۔ دیکھئے: http/.www.Legal status of polygamy-Wikipedia, the free encyclopedia.

۲۹۔ غلط فہمیاں، ص۱۸۳۔

۳۰۔ غلط فہمیاں، ص۱۸۶۔

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

۳۱۔ مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی، اسلام کا نظام عفت وعصمت، دارالاندلس، لاہور، پاکستان، ص۱۴۳۔

۳۲۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر۲۰۱۳ء، ص:۷۷، مضمون نگار، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، مضمون: نکاح کے بغیر جنسی تعلق-نظام خان دان کی تباہی، ص۶-۷۔

۳۳۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر۲۰۱۳ء، ص۶-۷ مضمون مذکور۔

۳۴۔ ماہ نامہ معارف قاسم، نئی دہلی، جنوری-مارچ، ۲۰۱۴ء، مضمون نگار، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، مضمون: نکاح کے بغیر جنسی تعلق-نظام خان دان کی تباہی، ص۱۹۔

۳۵۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر۲۰۱۳ء، ص:۱۹، مضمون: نکاح کے بغیر جنسی تعلق-نظام خان دان کی تباہی۔

۳۶۔ اسلامی خان دان (مجموعہ مضامین) مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۱۲ء، ص۹۸، مضمون: تعدد ازدواج کب اور کیسے؟ مضمون نگار: محمد عنایت اللہ سبحانی۔

۳۷۔ مولانا برہان الدین سنبھلی، معاشرتی مسائل-دین فطرت کی روشنی میں، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنو، ۲۰۰۹ء، ص۱۵۲-۱۵۳۔

۳۸۔ ہفت روزہ، فرائیڈے اسپیشل، پاکستان، ۱۴ فروری، ۲۰۱۴، ڈاکٹر جاوید جمیل کی کتاب، Muslim Most Civilised yet not Enough (مسلمان ابھی بھی زیادہ مہذب ہیں) پر تبصرہ۔

۳۹۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، مضمون: نکاح کے بغیر جنسی تعلق-نظام خان دان کی تباہی، ص۷۔

۴۰۔ حافظ ابی داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع۔

۴۱۔ حافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نشوۃ۔ عبداللہ بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ، کتاب لنکاح، باب الرجل یسلم وعندہ اکثر من اربع نشوۃ۔

۴۲۔ فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، دارالکتب العلمیۃ، طہران، اشاعت ثانی، ج:۵، جزو: التاسع ص:۱۷۵، تفسیر زیر آیت۔

۴۳۔ غلط فہمیاں، ص۱۸۱۔

۴۴۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، السیرۃ النبویۃ: دروس وعبر، المکتبۃ الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء، ص۸۵-۸۶۔

۴۵۔ اسلام کا نظام عفت وعصمت، ص۱۴۱۔

۴۶۔ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان، ۲۰۰۹ء، ۲/۲۵۲-۲۵۳۔

۴۷۔ جصاص، احکام القرآن، ۲/۷۔

۴۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ وان خفتم الا تقسطو فی الیتامی۔

۴۹۔ دیکھئے اسی مقالہ کا حاشیہ نمبر: ۲۳ اور ۲۴۔

۵۰۔ محمد رفیع مفتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح، ص۱۸-۱۹۔

۵۱۔ انور عارف (مرتب) آزاد کی تقریریں، ادبی دنیا، اردو بازار م دہلی، ۱۹۶۱ء، ص۵۵۔ مسعود الحق (مرتب) صدائے حق، حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص۵۳-۵۴۔

۵۲۔ سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی التسویۃ بین الضراء (۱۱۴۱)، سنن نسائی، عشرۃ النساء (۳۹۹۲)، سنن ابی داؤد مکتاب النکاح (۱۹۶۹)، مسند احمد (۲/۳۴۷)، سنن دارمی، کتاب النکاح (۲۲۰۶)۔

۵۳۔ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین، ردالمحتار علی الدرالمختار، دارالکتاب، دیوبند، ۲/۲۶۱۔

۵۴۔ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف باابن ہمام، فتح القدیر للعاجز الفقیر، ۲/۲۱۶۔

۵۵۔ علاء الدین ابی بکر مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مطبع شرکات مطبوعات العلمیہ، مصر ۱۳۲۷ھ ۲/۳۳۲۔

۵۶۔ سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، پاکستان، ۱/۹۱۶۔

۵۷۔ سید ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی نئی دہلی، ۱۹۹۴ء، ۱/۴۰۴۔

۵۸۔ معاشرتی مسائل-دین فطرت کی روشنی میں، ص۱۳۷۔

۵۹۔ مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ، دیوبند، ۱/۵۶۷۔

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

© rasailojaraid.com

۶۰۔ معاشرتی مسائل- دین فطرت کی روشنی میں، ص۱۲۹۔

۶۱۔ http/.www. islamihouse.com مضمون: تعدداز واج فی الاسلام، ص:۴، بحوالہ مجمع البیان، ۱۲۱/۳۔

۶۲۔ ابواسحٰق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، ۱۶۱/۲۔

۶۳۔ فقہ السیر ۃ، ص۴۷۱۔

۶۴۔ شمس الدین السرخسی، المبسوط، باب النکاح فی العقود المتفر قہ، مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ، مصر، ج:۲، جزو:۵، ص:۱۶۱۔

۶۵۔ تفسیر خازن، ج:۱، ص:۳۴۳-۳۴۵، سورہ نساء کی متعلقہ آیات کے ضمن میں۔

۶۶۔ ابی عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، موسسۃ الرسالہ للطباعۃ والنشر ولتوزیع، بیروت، ۲۰۰۶ء، ج:۶، ص:۳۳

۶۷۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، کتاب النکاح، مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۶/۴؛ ۱۳۹/۹۔

۶۸۔ ابن قدامہ مقدسی حنبلی، المغنی ویلیہ الشرح الکبیر، دارالکتب، بیروت، ۴۳۶/۷۔

۶۹۔ تفہیم القرآن، ۳۲۱/۱۔

۷۰۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ (تحقیق وتعلیق: سعید احمد پالن پوتی) مکتبہ حجاز، دیوبند، ۳۴۶/۲۔

۷۱۔ شمس الدین ابوعبداللہ ابن قیم الجوزیہ، اعلام لموقعین (مترجم اردو: مولانا محمد جونا گڑھی) مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۹، ۳۷/۱/۱۔

۷۲۔ اعلام لموقعین، ۱۵۲/۲۔

۷۳۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، احکام اسلام عقل کی نظر میں، مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی پاکستان، ۲۰۰۹ء، ۱۴۸۔

۷۴۔ مولانا ماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، ۲۰۰۸ء، ۶۹۰/۱۔

۷۵۔ سید جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرے میں، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیوٹ لمیٹڈ) کورٹ اسٹریٹ، لاہور، پاکستان، ۲۰۰۵ء، ص۳۶۲۔

۷۶۔ اعلام لموقعین، ۳۷/۱/۱

۷۷۔ اعلام لموقعین، ۳۷/۲/۱۔

۷۸۔ مولانا ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفی، کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند، ۲۵۴/۳ (حاشیہ)۔

۷۹۔ دیکھئے: حجۃ اللہ البالغہ، ۳۷/۱/۲-۳۷۲۔

۸۰۔ ماہ نامہ الشریعہ، پاکستان، اگست ۲۰۰۶ء، مضمون: اسلام کا قانون ازدواج اور جدید ذہن کے شبہات، ص۶۔

۸۱۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من قال لانکاح الا بولی (۴۸۳۴)۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی وجوہ النکاح التی کان یتناکح بہا اہل الجاہلیۃ (۲۲۷۲)۔

۸۲۔ ماہ نامہ الشریعہ، پاکستان، اگست ۲۰۰۶ء، ص۴۔

۸۳۔ معاشرتی مسائل- دین فطرت کی روشنی میں، ص۱۲۶۔

۸۴۔ شیخ محمود احمد یاسین، اسلام میں زوجین کے حقوق (مترجم اردو: حافظ محمد زبیر) ڈیزائن اسکوپ پرنٹرز، لاہور، پاکستان، ۲۰۰۶ء، ص۱۶-۱۷

۸۵۔ ابوداؤد، سنن، باب من تزوج الولود، حدیث: ۲۰۵۰؛ نسائی، سنن، حدیث: ۳۲۲۷۔

۸۶۔ قرآن مجید اور عصر حاضر، ص۱۷۷۔

۸۷۔ غلط فہمیاں، ص۷۔

۸۸۔ عائشہ مدنی، بیسویں صدی میں حقوق نسواں کی تعبیر نو (حقوق نسواں کی تحاریک کے افکار- شریعت اسلامیہ کی روشنی میں) مقالہ برائے Ph.D شعبہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان، ۲۰۰۴ء، ص:۵۵۲، بحوالہ: مولانا حنیف ندوی، سراج البیان فی تفسیر القرآن، ۱۸۲/۱۔

۸۹۔ http/.www. islamihouse.com مضمون: تعدداز واج فی الاسلام، ص۴۔

۹۰۔ The New Encyclopedia Britannica, Vol: VIII, p. 97

۹۱۔ فی ظلال القرآن، ۹۱۴/۱

۹۲۔ غلط فہمیاں، ص۲۱۳۔

۹۳۔ غلط فہمیاں، ص۲۱۳

۹۴۔ غلط فہمیاں، ص۲۱۴۔

۹۵۔ غلط فہمیاں، ص۲۱۴۔

۹۶۔ مولانا نورالحق رحمانی، تعدد ازدواج حقائق کے آئینہ میں، مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۲۰۱۰ء۔

۹۷۔ زکریا ہاشم زکریا، الاسلام والمستشر قون، المجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلامیہ، ۱۹۶۵ء، ص۳۲۰-۳۲۱۔

© rasailojaraid.com
This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.